نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ مئی ۲۰۱۰ء

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

72

- ہر اختلاف کا حل.....؟
- سرفراز خان صفدر کا علمی و تحقیقی مقام؟
- سلف صالحین اور بعض مسائل میں اختلاف
- ختمِ نبوت کی احادیثِ صحیحہ پر قادیانیوں کے حملے....
- نزع کے عالم میں توبہ قبول نہیں ہوتی

مکتبۃ الحدیث

حضرو، اٹک: پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 7	جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ مئی ۲۰۱۰ء	شمارہ: 5

مدیر

حافظ زبیر علی زئی

معاونین

حافظ ندیم ظہیر

ابو خالد شاکر

محمد اعظم

ابو جابر عبداللہ دامانوی

قیمت

فی شمارہ : 20 روپے

سالانہ : 200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

300 روپے

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0302-5756937

اس شمارے میں

کلمۃ الحدیث   حافظ زبیر علی زئی

ہر اختلاف کا حل.....؟

مشہور ثقہ تابعی عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عروہ بن الزبیر نے (سیدنا عبداللہ) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے کہا: "أضللت الناس" آپ نے لوگوں کو غلطی میں مبتلا کر دیا ہے۔! انھوں (ابن عباس رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے عُریہ! کیا بات ہے؟ عروہ نے کہا: آپ (ذوالحجہ کے) ان دس دنوں میں عمرے کا حکم دیتے ہیں اور ان (دنوں) میں عمرہ نہیں ہے۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کیا تُو اپنی ماں (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا) سے اس بارے میں نہیں پوچھتا؟ (یعنی وہ بتا دیں گی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے۔) عروہ نے کہا: بے شک ابوبکر اور عمر دونوں نے ایسا نہیں کیا تھا۔!

تو ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: "**هذا الذي أهلككم والله! ما أرى إلا سيعذبكم، إني أحدثكم عن النبي ﷺ و تجيئوني بأبي بكر و عمر.**"

اللہ کی قسم! اسی بات نے تمھیں ہلاک کیا ہے، میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ (اللہ) تمھیں عذاب دے گا، میں تمھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہوں اور تم میرے سامنے ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے اقوال و افعال) کو پیش کرتے ہو۔ پھر عروہ نے کہا: اللہ کی قسم! وہ دونوں آپ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو جاننے والے اور زیادہ اتباع کرنے والے تھے۔

اس روایت کے راوی خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ کے کلام پر رد کرتے ہوئے فرمایا: "**قلت: قد كان أبو بكر و عمر على ما وصفهما به عروة إلا أنه لا ينبغي أن يقلد أحد في ترك ما ثبتت به سنة رسول الله ﷺ**".

میں نے کہا: ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) انھی صفات کے ساتھ موصوف تھے جیسا کہ عروہ نے کہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت شدہ سنت کے ترک کرنے کے لئے کسی کی تقلید نہیں کرنی چاہئے۔ (الفقیہ والمتفقہ ج۱ص ۱۴۵، وسندہ صحیح)

اس سچے قصے سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

۱: قرآن وحدیث کے خلاف ہر شخص کی بات مردود ہے۔

۲: رسول اللہ ﷺ معصوم ہیں لیکن آپ کے علاوہ دوسرا کوئی شخص معصوم عن الخطاء نہیں لہٰذا بڑے سے بڑے عالم کی بات غلط ہو سکتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کبھی غلط نہیں ہوتی۔

۳: حجِ تمتع بالکل جائز ہے بلکہ دوسرے دلائل کی رُو سے بہتر اور افضل ہے۔

۴: حجِ تمتع کی ممانعت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں بلکہ عروہ کی سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما دونوں سے روایت منقطع ہے کیونکہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوئے تھے۔

۵: تقلید جائز نہیں ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "**ما کنتُ لأدع سنة النبي ﷺ لقول أحد .**" مَیں رسول اللہ ﷺ کی سنت کسی کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔ (صحیح بخاری: ۱۵۶۳)

ابراہیم بن یزید النخعی رحمہ اللہ کے سامنے کسی نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ (تابعی) کا قول پیش کیا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں تم سعید بن جبیر کے قول کا کیا کرو گے؟ (الاحکام لابن حزم ج ۶ ص ۲۹۳ وسندہ صحیح)

امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگوں میں سے ہر آدمی کی بات آپ لے سکتے ہیں اور رد بھی کر سکتے ہیں سوائے نبی ﷺ کے۔ (الاحکام لابن حزم ۶/ ۲۹۳ وسندہ صحیح)

امام عامر الشعبی رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا: یہ لوگ تجھے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث سنائیں تو اسے پکڑ لو اور جو وہ اپنی رائے سے کہیں اسے کوڑے کرکٹ پر پھینک دو۔

(سنن الدارمی ۱/ ۶۷ ح ۲۰۶ وسندہ صحیح)

یہ ہے سلف صالحین کا منہج کہ اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے اور ہر قسم کے اختلاف کی صورت میں کتاب وسنت کی طرف ہی رجوع کرنا چاہئے۔

اضواء المصابیح حافظ زبیر علی زئی

علم و عمل اور جنت کا حصول

۲۱۹) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((خصلتان لا تجتمعان في منافق: حُسْنُ سَمْتٍ ولا فقه في الدين.)) رواه الترمذي.

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق میں دو خصلتیں (عادتیں) جمع نہیں ہوتیں:

بہترین سیرت واخلاق اور نہ دین میں تفقہ (سُوجھ بوجھ)

اسے ترمذی (۲۶۸۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کے ایک راوی خلف بن ایوب العامری کے بارے میں محدثینِ کرام کا اختلاف ہے لیکن جمہور کی توثیق کے بعد وہ صدوق اور حسن الحدیث کے درجے پر ہے۔ حافظ ابن حبان نے اُس کی توثیق کے باوجود اسے متعصب مرجی قرار دیا یعنی وہ اہلِ سنت میں سے نہیں بلکہ اہلِ بدعت میں سے تھا۔

امام ترمذی نے حدیثِ مذکور کو ''غریب'' قرار دے کر فرمایا: اور مجھے معلوم نہیں کہ یہ (خلف بن ایوب) کیسا ہے؟ (جامع ترمذی ص ۶۰۵)

امام ابو جعفر العقیلی نے فرمایا: ''**و لكن حدّث خلف هذا عن قيس و عوف بمناكير لم يتابع عليها و كان مرجئًا**'' لیکن اس خلف نے قیس اور عوف سے منکر روایتیں بیان کیں جن میں اُس کی متابعت نہیں کی گئی اور وہ مرجی تھا۔

(کتاب الضعفاء الکبیر ۲/ ۲۴ ت ۴۴۳)

اس جرح سے معلوم ہوا کہ قیس بن الربیع اور عوف الاعرابی سے خلف بن ایوب کی بیان کردہ روایات منکر یعنی ضعیف ومردود ہیں۔

ظاہر ہے کہ عام پر خاص اور غیر مفسر پر مفسر مقدم ہوتا ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے خلف بن ایوب کی جرح وتعدیل میں فلسفیانہ بحث کرنے کے بعد اس روایت کے دو شاہد ذکر کئے:

۱: محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبداللہ بن سلام (تبع تابعی) کی مرسل (بلکہ معضل) روایت بحوالہ ابن المبارک، جس کا ضعیف ہونا اس کے انقطاع سے ظاہر ہے۔

۲: ابن المبارک کی سند کے ساتھ یہی روایت محمد بن حمزہ عن عبداللہ بن سلام کی سند کے ساتھ (مسند الشہاب للقضاعی ۲۱۰/۱ ح ۳۱۸)

یہ روایت بھی منقطع ہے اور ''عبداللہ بن سلام'' کے الفاظ میں بھی نظر ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ دونوں سندیں ضعیف ہیں لہٰذا خلف بن ایوب کی بیان کردہ روایت ضعیف ہی ہے۔ واللہ اعلم

۲۲۰) وعن أنس قال قال رسول الله ﷺ: ((من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع.)) رواه الترمذي والدارمي.

اور (سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص طلبِ علم کے لئے نکلے تو وہ واپس آنے تک اللہ کے راستے میں (فی سبیل اللہ) رہتا ہے۔

اسے ترمذی (۲۶۴۷ وقال: حسن غریب) اور دارمی (؟) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کے راوی خالد بن یزید العتکی، ابو جعفر الرازی اور ربیع بن انس تینوں جمہور محدثین کی توثیق کی وجہ سے حسن الحدیث تھے لیکن حافظ ابن حبان نے ربیع بن انس کے بارے میں فرمایا: ''**والناس يتقون حديثه ما كان من رواية أبي جعفر عنه لأن فيها اضطراب كثير**'' اور اس (ربیع بن انس) سے ابو جعفر (الرازی) کی روایت سے لوگ بچتے ہیں کیونکہ اس میں بہت اضطراب ہے۔ (کتاب الثقات ج ۴ ص ۲۲۸)

یہ خاص جرح ہے لہٰذا عام تعدیل پر مقدم ہے یعنی ربیع بن انس سے ابو جعفر الرازی کی

بیان کردہ روایات ضعیف ہیں اور دوسرے ثقہ وصدوق راویوں کی بیان کردہ روایات حسن یا صحیح ہیں۔

تنبیہ: دارمی والا حوالہ نہیں ملا۔ واللہ اعلم

۲۲۱) وعن سخبرة الأزدي قال قال رسول الله ﷺ :

((من طلب العلم كان كفارة لما مضى .)) رواه الترمذي والدارمي.

وقال الترمذي : هذا حديث ضعيف الإسناد و أبو داود الراوي يضعف .

اور (سیدنا) سخبرہ الازدی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص علم حاصل کرتا ہے تو یہ اُس کے ماضی کا کفارہ بن جاتا ہے۔

اسے ترمذی (۲۶۴۸) اور دارمی (۱/۱۳۹ ح ۵۶۷) نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا:
اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور (اس کا) راوی ابوداود (نفیع الاعمی) ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے۔

اسے امام ترمذی اور امام دارمی دونوں نے **أبو عبداللّٰه محمد بن حميد بن حيان الرازي التميمي** سے روایت کیا ہے۔ بعض نے اُس کی توثیق کی ہے لیکن جمہور محدثین نے اُس پر جرح کی ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ''**حافظ ضعيف و كان ابن معين حسن الرأى فيه** '' وہ حافظ ضعیف ہے اور ابن معین اُس کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔ (تقریب التہذیب: ۵۸۳۴)

امام بخاری اُس کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے، بلکہ انھوں نے فرمایا:

''**فيه نظر** '' (التاریخ الکبیر ۱/۶۹)

حافظ ابن کثیر الدمشقی نے فرمایا: ''**من ذلك أن البخاري إذا قال فى الرجل : سكتوا عنه أو : فيه نظر ، فإنه يكون في أدنى المنازل و أردئها عنده ولكنه لطيف العبارة فى التجريح فليعلم ذلك .** ''

اس میں سے (امام) بخاری کا یہ قول ہے کہ جب وہ کسی آدمی کے بارے میں ''سکتوا عنه''
یا ''فیه نظر'' کہیں تو یہ اُن کے نزدیک ادنیٰ ترین اور ردی (بہت شدید) جرح ہوتی ہے
لیکن وہ جرح میں الفاظ بہت لطیف (نرم) استعمال کرتے ہیں، اسے خوب سمجھ لیں۔

(اختصار علوم الحدیث ج ۱ ص ۳۲، اردو ترجمہ لراقم الحروف ص ۶۹)

محمد بن حمید الرازی کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: ''الرازي الحافظ :ليس بثقة''
رازی حافظ، ثقہ نہیں ہے۔ (المجرد فی اسماء رجال سنن ابن ماجہ: ۱۷۴۷)

فائدہ: جو حافظ بھی ہو اور ضعیف بھی ہو تو وہ سخت ضعیف بلکہ متروک ہوتا ہے۔

اس روایت کا بنیادی راوی ابو داود نفیع بن الحارث الاعمیٰ سخت مجروح، متروک بلکہ کذاب راوی تھا۔ اُس کے بارے میں اُس کے ہم عصر امام قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''كذاب'' وہ جھوٹا ہے۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۸/ ۴۹۰ وسندہ صحیح، الکامل لابن عدی ۷/ ۲۵۲۳۔۲۵۲۴ وسندہ صحیح)

حافظ ابن حجر نے کہا: ''متروك ... إلخ'' وہ متروک ہے... الخ (تقریب التہذیب: ۷۱۸۱)

۲۲۲) وعن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله ﷺ :((لن يشبع المؤمن من خيرٍ يسمعه حتى يكون منتهاه الجنة .)) رواه الترمذي .

اور (سیدنا) ابو سعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مومن بھلائی سننے سے سیراب نہیں ہوتا یعنی اُکتاتا نہیں حتیٰ کہ اُس کا آخری ٹھکانا جنت ہے۔ اسے ترمذی (۲۶۸۶ وقال: حسن غریب) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند حسن ہے۔

اسے ابن حبان (الموارد: ۲۳۸۵، الاحسان: ۹۰۳) حاکم (۴/ ۱۳۰ ح ۷۱۷۵) اور ذہبی (!) نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس روایت کے راوی ابو السمح دراج بن سمعان القرشی السہمی المصری جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں۔

ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الجارود، الضیاء المقدسی، حاکم اور ذہبی نے اُن کی بیان کردہ احادیث کو صحیح، ترمذی اور ہیثمی نے حسن قرار دیا ہے۔

بعض علماء نے دراج کی ابوالہیثم سے بیان کردہ روایات پر جرح کی، جس کا مختصر تحقیقی جائزہ درج ذیل ہے:

☆ ابن عدی نے اپنے استاذ ابن ابی عصمہ کی سند کے ساتھ امام احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ دراج کی ابوالہیثم عن ابی سعید والی احادیث میں ضعف ہے۔

(الکامل ۹۷۹/۳، دوسرا نسخہ ۱۰/۴)

اس قول کی سند عبدالوہاب بن ابی عصمہ عصام بن الحکم الشیبانی العکبری (متوفی ۳۰۸ھ) کی توثیق نا معلوم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

☆ ابوعبید الآجری نے امام ابوداود سے نقل کیا کہ دراج کی ابوالہیثم عن ابی سعید کے علاوہ احادیث مستقیم (یعنی صحیح و حسن) ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۲۰۸/۳)

اس قول کا راوی ابوعبید الآجری بذاتِ خود نا معلوم اور مجہول التوثیق ہے لہٰذا یہ قول ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۱: پانچویں صدی کے محدث حافظ خلیلی (متوفی ۴۴۶ھ) نے فرمایا:

عمرو بن الحارث کی حدیث اگر دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید کی سند سے ہو تو لکھی جاتی ہے اور اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۴۰۵/۱)

۲: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ''**صدوق ، في حديثه عن أبی الهيثم ضعف**''

وہ سچے ہیں، ابوالہیثم سے اُن کی حدیث میں ضعف ہے۔ (تقریب التہذیب: ۱۸۲۴)

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام احمد اور امام ابوداود کی طرف منسوب اقوال ذکر کر کے اُن پر کوئی جرح نہیں کی لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ تقریب التہذیب کے اس قول کی بنیاد یہی دو غیر ثابت اقوال ہیں۔ واللہ اعلم

اب ابوالہیثم سے دراج کی روایت کی توثیق، تصحیح اور تحسین پیشِ خدمت ہے:

۱: اسماء الرجال کے جلیل القدر امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے **دراج عن أبی الھیثم عن أبي سعید** والی سند کے بارے میں فرمایا:

"**ما کان ھکذا الإسناد فلیس به بأس** "جو اس طرح کی سند سے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۵۰۳۹)

امام عباس بن محمد الدوری رحمہ اللہ نے فرمایا: "**سألت یحیی بن معین عن أحادیث دراج عن أبی الھیثم عن أبي سعید فقال : ھذا إسناد صحیح** "میں نے یحییٰ بن معین (رحمہ اللہ) سے دراج کی ابوالہیثم عن ابی سعید والی احادیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: یہ سند صحیح ہے۔ (المستدرک للحاکم ۲/ ۲۴۶۔۲۴۷ ح ۲۹۷۱ وسندہ صحیح)

۲۔۶: ابن خزیمہ، ترمذی، ابن حبان، حاکم اور ضیاء المقدسی وغیرہم جمہور محدثین نے دراج کی ابوالہیثم سے بیان کردہ احادیث کو صحیح یا حسن قرار دیا لہٰذا جمہور کے مقابلے میں خلیلی اور عسقلانی وغیرہما کی جرح مرجوح ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: ہر وقت خیر کے حصول اور تحصیلِ علم میں مصروف رہنا چاہیے۔

۲: علم میں خیر ہے بشرطیکہ اُسے صحیح استعمال کیا جائے۔

۳: علم کے ساتھ عمل ضروری ہے۔

۴: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہلِ ایمان علماء و عاملین کے لئے اعلیٰ ترین تحفہ جنت ہے۔

بدعتی کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟

امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۷ھ) نے فرمایا:

یقیناً اللہ کے فرشتے ذکر کے حلقے تلاش کرتے رہتے ہیں لہٰذا دیکھو کہ تمھارا اُٹھنا بیٹھنا کس کے ساتھ ہے؟ بدعتی کے ساتھ نہ ہو کیونکہ اللہ اُن (بدعتیوں) کی طرف (رحمت سے) نہیں دیکھتا اور نفاق کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا اٹھنا بیٹھنا بدعتی کے ساتھ ہو۔

(الطیوریات ۲/ ۳۱۸ ح ۲۵۸ وسندہ حسن، حلیۃ الاولیاء ۸/ ۱۰۴، وسندہ صحیح)

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

سرفراز خان صفدر کا علمی و تحقیقی مقام؟

سوال سرفراز خان صفدر دیوبندی نے ایک کتاب لکھی ہے: ''مقامِ ابی حنیفہ''

اس کتاب میں انھوں نے امام ابوحنیفہ کی تعریف وتوثیق کے بارے میں بہت سے محدثین کرام کے اقوال لکھے ہیں اور کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ کیا یہ اقوال ان محدثین کرام سے ثابت ہیں، جن کا سرفراز خان صفدر مذکور نے ذکر کیا ہے؟

کسی ڈاکٹر انوار احمد اعجاز (؟) نے سرفراز خان کے بارے میں لکھا ہے:

''امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدرؒ کا نام نامی ملت اسلامیہ میں اپنے تحقیقی وعلمی کام کی بدولت ہمیشہ زندہ رہے گا۔ آپ نے ۵۰ کے قریب کتب یادگار چھوڑی ہیں جن کا علمی و تحقیقی معیار نہایت بلند ہے۔

....لیکن ''احسن الکلام''، ''تسکین الصدور''، ''اظہار العیب''، ''الکلام المفید''، ''راہ سنت''، ''شوق حدیث''، ''طائفہ منصورہ'' اور ''مقام ابی حنیفہ'' میں جس انداز سے علمی و تحقیقی اور فنی کمالات کا مظاہرہ کیا گیا ہے، اس کی بدولت ان تصنیفات نے برصغیر کے سبھی دینی مفکرین سے بے پناہ داد پائی، خاص طور پر ''مقام ابی حنیفہ'' تو ایک ایسا شاہکار ہے کہ اس کی نظیر شاید ہی پیش کی جا سکے۔''

(دیوبندی رسالے: الشریعہ کا سرفراز خان صفدر نمبر ص ۲۰۳، بمطابق جولائی تا اکتوبر ۲۰۰۹ء)

کیا درج بالا باتیں صحیح ہیں اور کیا واقعی مقامِ ابی حنیفہ نامی کتاب میں علمی و تحقیقی اور فنی کمالات کا مظاہرہ کیا گیا ہے؟

غیر جانبدارانہ تحقیق اور انصاف سے جواب دیں۔ جزاکم اللہ خیرًا . (ایک سائل)

الجواب الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الأمین،

أما بعد:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا ﴾

اور جب تم بات کرو تو عدل (انصاف سے) کرو۔ (الانعام:۱۵۲)

نیز فرمایا: ﴿ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا قف ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ز ﴾ کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس پر نہ اُکسائے کہ تم انصاف نہ کرو۔ (بلکہ) عدل و انصاف کرو، یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ (المائدہ:۸)

اس اصول کو دل وجان سے پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ کے سوال کا جواب درج ذیل ہے:

جو کتابیں اپنے مصنفین سے ثابت ہیں، اُن کی دو قسمیں ہیں:

اول: کتاب کے مصنف نے یہ شرط لگائی ہے کہ میری کتاب کی ہر روایت اور ہر قول میرے نزدیک باسند صحیح ثابت ہے مثلاً صحیح بخاری و صحیح مسلم کی تمام مرفوع مسند متصل احادیث۔ اگر ایسی کتاب کو اُمت کا بالاتفاق تلقی بالقبول حاصل ہو تو اس کی روایات پر اعتماد کیا جاتا ہے اور بغیر کسی خوف کے ان روایات کا حوالہ دینا جائز ہے۔

دوم: کتاب کے مصنف نے صحیح یا ضعیف کی کوئی شرط نہیں لگائی بلکہ کسی خاص مقصد کے لئے ہر قسم کی روایات یا اقوال جمع کر کے لکھ دیئے مثلاً تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، الانتقاء لابن عبدالبر، مناقب موفق المکی اور عام کتبِ حدیث و کتبِ تاریخ۔

اس قسم کی تمام کتابوں کی صرف وہی روایت قابلِ اعتماد ہوتی ہے، جس کتاب کا مصنف بذاتِ خود ثقہ و صدوق یعنی قابلِ اعتماد ہو اور جس کی سند صاحبِ کتاب سے آخری قائل وفاعل یا متن تک متصل اور صحیح و حسن لذاتہ ہو۔

اگر یہ تمام شرطیں یا ان میں سے ایک شرط مفقود ہو تو پھر ایسی کتابوں سے کوئی روایت یا قول نقل کر کے جلد اور صفحے کا حوالہ دینا بے فائدہ اور فضول ہے بلکہ مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے جو کہ شرعاً حرام ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ محمد سرفراز خان صفدر کڑمنگی دیوبندی نے ''مقامِ ابی حنیفہ'' نامی کتاب میں کتابوں کا حوالہ دے کر امام ابوحنیفہ کی تعریف و توثیق میں جو روایات لکھی ہیں، ان میں سے بہت سی روایات سنداً صحیح و ثابت نہیں بلکہ موضوع، باطل، مردود اور ضعیف ہیں۔ فی الحال ان میں سے بطورِ نمونہ صرف دس روایات مع تحقیق پیشِ خدمت ہیں:

۱) سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

''محدّث اسرائیلؒ فرماتے تھے کہ نعمانؒ بن ثابتؒ کیا ہی خوب مرد تھے جو ہر ایسی حدیث کے حافظ تھے جس میں فقہ ہوتی تھی اور اس کی وہ خوب بحث و تمحیص کیا کرتے تھے اور اس میں فقہ کی تہ تک پہنچتے تھے۔ ... (بغدادی جلد ۱۳ ص ۳۳۹)''

(مقام ابی حنیفہ ص ۷۲، نیز دیکھئے ص ۱۱۲)

عرض ہے کہ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۹ ت ۷۲۹۷) اور کتاب: اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری (ص ۹) کی اس روایت کی سند میں ابوالعباس احمد بن محمد بن الصلت بن المغلس الحمانی المعروف بابن عطیہ راوی ہے، جس کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''**كان ينزل المشرقية ببغداد ، رأيته في سنة سبع و تسعين و مائتين ... وما رأيت في الكذابين أقل حياء منه ...**''

وہ بغداد کے مشرقی محلے میں رہتا تھا، میں نے اسے ۲۹۷ (ہجری) میں دیکھا... میں نے جھوٹے لوگوں میں اتنا بے حیا (بے شرم جھوٹا) اور کوئی نہیں دیکھا۔

(الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۰۲، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۲۷۔ ۳۲۸)

② حافظ ابن حبان نے فرمایا: ''**أبو العباس من أهل بغداد يروي عن العراقيين ، كان يضع الحديث عليهم ...**'' ''ابوالعباس اہلِ بغداد میں سے ہے، وہ عراقیوں سے روایت کرتا تھا، وہ اُن پر حدیث گھڑتا تھا۔ (کتاب المجروحین ج ۱ ص ۱۵۳، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۶۸)

③ امام دارقطنی نے کہا: ''**يضع الحديث**'' وہ حدیث گھڑتا تھا۔

(الضعفاء والمتروکون: ۵۹، سوالات الحاکم: ۳۴، تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۴ وسندہ صحیح)

④ امام ابن ابی الفوارس نے کہا: "کان یضع" وہ (حدیثیں) گھڑتا تھا۔

(تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۹ ت ۱۸۹۶، وسندہ صحیح)

⑤ خطیب بغدادی نے کہا: اس نے حدیثیں بیان کیں، ان میں اکثر باطل ہیں، اُس نے انھیں گھڑا تھا۔ (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۰۷)

⑥ حافظ ابن الجوزی نے احمد بن الصلت کو حدیث کا چور قرار دیا۔

دیکھئے کتاب الموضوعات (ج ۳ ص ۱۱۸، دوسرا نسخہ ج ۳ ص ۳۴۱ ح 1581)

⑦ حاکم نیشاپوری نے کہا: "روی عن القعنبی و مسدد و إسماعیل بن أبي أویس و بشر بن الولید أحادیث و ضعها ، و قد وضع المتون أیضًا مع کذبه في لقي هؤ لاء ..." اس نے قعنبی، مسدد، اسماعیل بن ابی اویس اور بشر بن الولید سے حدیثیں بیان کیں جنھیں اُس نے گھڑا تھا، اُس نے ان سے ملاقات کے جھوٹ کے علاوہ روایتوں کے متن بھی بنائے... (المدخل الی الصحیح ص ۱۲۱ ت ۱۹)

⑧ ابونعیم اصبہانی نے کہا: وہ ابن ابی اویس، قعنبی اور ایسے شیوخ سے مشہور اور منکر روایتیں بیان کرتا تھا جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی، وہ "لا شيء" کوئی چیز نہیں ہے۔

(کتاب الضعفاء لابی نعیم ص ۶۵ ت ۳۱)

⑨ احمد بن الصلت کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: "کان یضع الحدیث"

وہ حدیث گھڑتا تھا۔ (المغنی فی الضعفاء ج ۱ ص ۸۹ ت ۴۲۶)

اور کہا: "وضاع" وہ حدیثیں گھڑنے والا تھا۔ (دیوان الضعفاء للذہبی ص ۲۹ ج ۱ ت ۵۰)

ذہبی نے مزید کہا: "کذاب وضاع" إلخ وہ جھوٹا، حدیثیں گھڑنے والا ہے۔ الخ

(میزان الاعتدال ۱/۱۴۰)

⑩ حافظ ابن کثیر الدمشقی نے احمد بن الصلت کے بارے میں کہا:

"أحد الوضاعین للأحادیث" وہ حدیثیں گھڑنے والوں میں سے ایک تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱۲ ص ۲۷ وفیات ۳۰۸ھ)

دس علماء کی ان گواہیوں سے معلوم ہوا کہ ابن الصلت الحمانی کذاب اور وضاع تھا۔

اس کذاب و وضاع کی روایت کو بطورِ حجت پیش کر کے سرفراز خان (صاحب) نے علمی و تحقیقی اور فنی کمال کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ کذب نوازی کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔

ثابت ہوا کہ انوار احمد اعجاز (؟) نے سوال میں مذکورہ عبارت میں غلط بیانی سے کام لیا ہے اور اس کا یہ کہنا کہ ''برصغیر کے سبھی دینی مفکرین سے بے پناہ داد پائی'' بالکل جھوٹ اور افتراء ہے۔

اس کذاب اور وضاع (احمد بن الصلت الحمانی) پر دوسرے علماء نے بھی جرح کی ہے اور ابن ابی خیثمہ سے ابن الصلت (مذکور) کی توثیق و تعریف قطعاً ثابت نہیں ہے۔

نیز دیکھئے التنکیل بما فی تأنیب الکوثری من الاباطیل (۱/۰۷ا۔۳ا۷ات۳۴)

۲) سرفراز خان صفدر نے لکھا:

''عبداللہؒ بن ادریسؒ ایک موقع پر امام ابوحنیفہؒ کی آمد پر اُن کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے، اس پر اُن کے کچھ رفقاء نے جن میں امام ابوبکرؒ بن عیاشؒ بھی تھے معترض ہوئے کہ آپ اس شخص کے لیے کیوں کھڑے ہوئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ابُو حنیفہؒ کا پایہ علم میں بہت بلند ہے اگر میں اُن کے علم کے لیے نہ کھڑا ہوتا تو اُن کی عمر کے لحاظ سے کھڑا ہوتا اور اگر عمر کا لحاظ بھی نہ کرتا تو قُمتُ لِفقهه (اُن کی فقہ کے لیے کھڑا ہوتا)۔ اگر فقہ کے لیے بھی نہ کھڑا ہوتا تو اُن کے زہد کے لیے کھڑا ہوتا۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۱)''

(مقامِ ابی حنیفہ ص ۷۵)

اس روایت میں ایک راوی ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید الهمدانی المعروف بابن عقدہ ہے، جس کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: ''وہ گندا آدمی تھا'' آپ اس کے رافضی ہونے کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

(دیکھئے تاریخ بغداد ۵/۲۲، لسان المیزان ۱/۲۶۴ ت ۸۱۷، اور میری کتاب: علمی مقالات ج ۱ ص ۴۷۷)

امام دارقطنی نے مزید فرمایا: وہ منکر روایتیں کثرت سے بیان کرتا ہے۔

(تاریخ بغداد ۲۲/۵ وسندہ صحیح)

ابوعمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا البغدادی المعروف بابن حیویہ نے فرمایا: ابن عقدہ جامع براثا (بغداد) میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ یا (سیدنا) ابوبکر اور (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہما) کی بُرائیاں اور سب وشتم لکھواتا تھا، میں نے جب یہ دیکھا تو اس کی حدیث کو ترک کر دیا اور اس کے بعد میں اس سے کوئی چیز بھی روایت نہیں کرتا ہوں۔ (سوالات حمزہ السہمی: ۱۶۶، وسندہ صحیح)

محمد بن الحسین بن مکرم البغدادی البصری نے ایک سچا واقعہ بیان کیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن عقدہ نے عثمان بن سعید المری رحمہ اللہ کے بیٹے کے گھر سے کتابیں چُرا لی تھیں۔ (دیکھئے الکامل فی الضعفاء لابن عدی ۲۰۹/۱ وسندہ صحیح، علمی مقالات ج ۱ ص ۴۷۸)

یعنی ابن عقدہ چور تھا۔

ابن عقدہ کا استاذ ابو محمد عبداللہ بن ابراہیم بن قتیبہ الانصاری الکوفی مجہول الحال ہے، میرے علم کے مطابق کسی سے اس کی توثیق ثابت نہیں۔

اس کے مجرد ذکر کے لئے دیکھئے غایۃ النہایہ لابن الاثیر (۴۰۳/۱ ت ۱۷۱۶)

اس روایت کی سند میں ابراہیم بن البصیر نا معلوم ہے۔ اگر اس سے مراد ابراہیم بن النضر ہے تو وہ بھی مجہول ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

اسماعیل بن حماد دو تھے: (۱) اسماعیل بن حماد بن ابی سلیمان

(۲) دوسرا اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ الفقیہ۔

ثانی الذکر کو معتدل امام ابن عدی نے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔

دیکھئے الکامل لابن عدی (۳۰۸/۱، دوسرا نسخہ ۵۰۹/۱۔۵۱۰)

حافظ ابن الجوزی (الضعفاء والمتروکین ۱۱۰/۱) اور حافظ ذہبی (دیوان الضعفاء ۸۳/۱ ت ۳۹۴) دونوں نے اسے ضعفاء (ضعیف راویوں) میں درج کیا۔ حافظ ابن حجر نے بطورِ جزم امام مطین سے نقل کیا کہ وہ (اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ) قرآن کو مخلوق سمجھتا تھا اور کہتا تھا، یہ میرا دین ہے، میرے باپ اور میرے دادا کا دین ہے۔

امام مطین یا حافظ ابن حجر نے کہا: اُس نے دونوں (باپ اور دادا) پر جھوٹ بولا ہے۔

(لسان المیزان ج ۱ ص ۳۹۹، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۶۱۸)

خلاصہ یہ کہ یہ روایت ابن عقدہ رافضی اور چور کی وجہ سے موضوع ہے۔

اخبار ابی حنیفہ للصیمری (ص ۷۳) میں اس روایت کی ایک اور سند ہے، جس کا جائزہ درج ذیل ہے:

اس کا پہلا راوی ابو القاسم عبداللہ بن محمد (بن عبداللہ بن ابراہیم بن عبید) المعدل (البختری الحلوانی الشاہد) کذاب تھا۔ محدث ازہری نے اس کے بارے میں کہا:

''...ویضع الحدیث'' ...اور وہ حدیث گھڑتا تھا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۱۳۷ ت ۵۲۷۷)

تفصیل کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۲/ ۴۹۷) اور لسان المیزان (۳/ ۳۵۰۔۳۵۱، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۴۳۔۱۴۴)

امام دارقطنی وغیرہ محدثینِ بغداد نے اُسے احادیث اور سندیں گھڑنے والا قرار دیا۔

(دیکھئے سوالات حمزہ السہمی: ۳۲۹)

عبدالصمد بن عبیداللہ الدلال اور عبداللہ بن ابراہیم بن قتیبہ دونوں کی توثیق نامعلوم ہے۔

ابراہیم بن النضر نامعلوم ہے اور اسماعیل بن حماد غیر متعین ہے جیسا کہ سابقہ روایت کی تحقیق میں گزر چکا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت بھی موضوع ہے۔

تنبیہ: امام عبداللہ بن ادریس سے ان موضوع روایات کے برعکس امام ابوحنیفہ پر جرح ثابت ہے۔ دیکھئے کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی (۴/ ۲۸۰ وسندہ صحیح) اور تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۹۳ وسندہ صحیح)

۳) سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

''ابُو مسلم المستملیؒ نے امام ابُو خالد یزیدؒ بن ہارونؒ سے دریافت کیا کہ آپ کی ابُو حنیفہؒ اور اُن کی کتابیں دیکھنے کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ:

....اگر تم فقہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان کی کتابوں کو ضرور دیکھو کیونکہ میں نے فقہاء میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہیں پایا جو ان کے قول کو دیکھنا ناپسند کرتا ہو۔''

(مقامِ ابی حنیفہ ص ۷۶ بحوالہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۲)

اس روایت میں احمد بن محمد بن الصلت الحمانی کذاب ہے۔ دیکھئے روایت نمبر ۱

عبداللہ بن محمد الحلوانی بھی کذاب ہے۔ دیکھئے روایت نمبر ۲

یعنی یہ روایت موضوع ہے۔

تنبیہ: امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے فرمایا: ''أدرکت الناس فما رأیت أحدًا أعقل و لا أفضل ولا أورع من أبي حنیفة '' میں نے لوگوں کو دیکھا تو ابوحنیفہ سے زیادہ عقلمند، افضل اور زیادہ پرہیزگار دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔

(تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۶۴ وسندہ صحیح، الاسانید الصحیحہ فی اخبار الامام ابی حنیفہ قلمی ص ۴۷)

معلوم ہوا کہ امام یزید بن ہارون سے امام ابوحنیفہ کی تعریف ثابت ہے لیکن صریح توثیق ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

۴) سرفراز خان صفدر نے کہا:

''امام عبداللہؒ بن المبارکؒ کے سامنے کسی شخص نے امام ابوحنیفہؒ کی شان میں گستاخی کی تو وہ شیرِ ببر کی طرح گرجتی ہوئی آواز میں فرمانے لگے **و یحك** ۔تعجب ہے تجھ پر تو اُس شخص کی شان میں گستاخی کرر ہا ہے جس نے پینتالیس سال پانچ نمازیں ایک وضو سے پڑھی ہیں اور جو رات کو پورا قرآن کریم دو رکعتوں میں ختم کرتا رہا ہے... (بغدادی ص ۳۵۵ ج ۱۳ و مناقب موفق ص ۲۳۶ ج ا و تبییض الصحیفہ ص ۳۵)'' (مقامِ ابی حنیفہ ص ۷۹، ۸۰)

مناقب موفق میں یہ روایت خطیب بغدادی کی سند و متن سے مذکور ہے اور تبییض الصحیفہ للسیوطی (ص ۱۱۴) میں بغیر سند اور بغیر حوالے کے لکھی ہوئی ہے لہٰذا تبییض کا حوالہ مردود ہے۔

تاریخ بغداد اور اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری (ص ۷۷) کی اس روایت کے درج

ذیل راویوں کی توثیق نامعلوم ہے:

(۱) منصور بن ہاشم (مجہول)

(۲) احمد بن ابراہیم (غیر متعین)

(۳) محمد بن سہل بن منصور المروزی (نامعلوم)

معلوم ہوا کہ یہ روایت ان مجہول راویوں کی وجہ سے موضوع ہے۔

تنبیہ: امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے کہا: ''و رأیت أفقه الناس.... و أما أفقه الناس فأبو حنیفة'' اور میں نے لوگوں میں سے سب سے بڑا فقیہ دیکھا...لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ ابوحنیفہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۲۔۳۴۳ وسندہ صحیح)

ابن المبارک نے مزید کہا: جب سفیان (ثوری) اور ابوحنیفہ (کسی مسئلے پر) جمع ہو جائیں تو اُن کے مقابلے میں فتویٰ دینے کے لئے کون شخص کھڑا ہو سکتا ہے؟

(تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۳ وسندہ صحیح)

اور فرمایا: جب یہ دونوں یعنی ثوری اور ابوحنیفہ کسی چیز پر جمع ہو جائیں تو وہ چیز قوی ہے۔

(تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۳، الانتقاء ص ۱۳۲، وسندہ صحیح)

امام ابن المبارک نے کہا: اگر کسی کے لئے رائے سے بات کرنا مناسب ہوتا تو وہ ابوحنیفہ کے لئے مناسب تھا کہ وہ رائے سے کہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۳ وسندہ صحیح)

ان تعریفی روایات میں صریح توثیق کا کوئی ذکر نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ یہ تمام روایات دوسری صحیح روایات کی رو سے منسوخ ہیں۔

ثقہ وصدوق ابراہیم بن شماس فرماتے تھے: ابن المبارک نے آخر میں ابوحنیفہ کو ترک کر دیا تھا۔ (کتاب المجروحین لابن حبان ج ۳ ص ۷۱ وسندہ حسن)

حسن بن ربیع (ثقہ) نے کہا: ابن المبارک نے اپنی وفات سے تھوڑے دن پہلے ابوحنیفہ کی حدیث کو کاٹ دیا تھا۔ (معرفۃ العلل والرجال لعبداللہ بن احمد بن حنبل ۲/۱۴۲ ات ۱۷۴۹، وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے الاسانید الصحیحہ (قلمی ص ۲۱۰ تا ۲۱۹)

نعمان بن ثابت پر امام عبداللہ بن المبارک کی صحیح و ثابت جرح کے لئے دیکھئے الاسانید الصحیحہ (قلمی ص ۲۱۰۔۲۱۹) الکامل لابن عدی (۲۴۷۴/۷ وسندہ صحیح) کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد بن حنبل (۳۴۶ وسندہ صحیح) کتاب الثقات لابن حبان (۶۹/۸۔۷۰ وسندہ صحیح) کتاب المعرفۃ والتاریخ (۷۸۳/۲ وسندہ صحیح) اور تاریخ بغداد (۴۲۶/۱۳ وسندہ صحیح)

۵) سرفراز خان صفدر نے لکھا:

''نضرؒ بن شمیلؒ فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ سے غافل اور بے خبر و خُفتہ تھے۔ ابوحنیفہؒ نے اُن کو جگایا ہے.... (بغدادی جلد ۱۳ص ۳۴۵)'' (مقامِ ابی حنیفہ ص ۸۱)

اس روایت میں احمد بن الصلت الحمانی کذاب ہے۔ دیکھئے یہی مضمون روایت نمبر ۱

۶) سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

''محمدؒ بن بشرؒ کا بیان ہے کہ میں امام سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ تو جب میں سفیانؒ کے پاس حاضر ہوتا تو وہ فرماتے۔ تم کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ ابوحنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں تو وہ فرماتے کہ:... واقعی تم تو زمین کے فقیہ تر انسان کے پاس سے آئے ہو۔... (بغدادی ص ۳۴۴ ج ۱۳)'' (مقامِ ابی حنیفہ ص ۸۰)

اس روایت میں عمر بن شہاب العبدی راوی ہے جس کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملے اور نہ کسی سے اُس کی توثیق ثابت ہے لہٰذا یہ مجہول ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت عمر بن شہاب کے مجہول ہونے کی وجہ سے موضوع ہے اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے جرح کی متواتر روایات کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے منکر و مردود ہے۔

امام سفیان ثوری کی امام ابوحنیفہ پر جرح کی روایات کے لئے دیکھئے: معرفۃ العلل والرجال (۲۲۵/۲ رقم ۱۶۲۲، وسندہ صحیح) تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی (۱۳۳۶، وسندہ حسن) طبقات المحدثین باصبہان (۱۱۰/۲، مخطوطہ ۱۱۰/۱، وسندہ حسن) اور کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد ۱۹۵/۱ ح ۲۷۸ وسندہ حسن)

۷) سرفراز خان صفدر نے کہا:

''امام صدر الائمہؒ مکی اپنی سند کے ساتھ امام زفرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

بڑے بڑے محدثین مثلاً زکریاؒ بن ابی زائدہؒ، عبدالملکؒ بن ابی سلیمانؒ، لیث بن ابی سلیمؒ، مطرفؒ بن طریفؒ اور حصینؒ بن عبدالرحمٰنؒ وغیرہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اور ایسے (دقیق) مسائل اُن سے دریافت کرتے تھے جو ان کو درپیش ہوتے تھے اور جس حدیث کے بارے میں ان کو اشتباہ ہوتا ہے اس کے متعلق بھی وہ ان سے سوال کرتے تھے۔ (مناقب موفق ج۲ ص۱۴۹)'' (مقامِ ابی حنیفہ ص۱۱۳)

عرض ہے کہ صدر الائمہ موفق مکی معتزلی اور رافضی تھا۔ کردری حنفی نے کہا:

''وذکر صدر الأئمة المکي أخطب الخطباء الخوارزمي المعتزلي القائل بتفضیل علي علٰی کل الصحابة'' یعنی موفق مکی معتزلی تھا، وہ تمام صحابہ پر علی (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کا قائل تھا۔ (مناقب الکردری ج۱ ص۸۸)

موفق رافضی معتزلی نے یہ روایت ابو محمد الحارثی (عبداللہ بن محمد بن یعقوب البخاری) سے نقل کی۔ دیکھئے مناقب الموفق (ج۲ ص۱۴۸)

ابو محمد الحارثی کے بارے میں ابو احمد الحافظ وغیرہ نے بتایا کہ وہ حدیث بناتا تھا۔

(کتاب القراءة للبیہقی ص۱۵۴، دوسرا نسخہ ص۱۷۸ ح۳۸۸ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے لسان المیزان (۳۴۸/۳۔۳۴۹) اور میری کتاب: نور العینین (ص۴۳)

حارثی کا مزعوم استاد اسماعیل بن بشر مجہول ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی موضوع ہے۔

۸) سرفراز خان نے لکھا ہے:

''چنانچہ امام صدر الائمہ مکیؒ، امام حسنؒ بن زیادؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ:۔

...امام ابوحنیفہ نے چار ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔ دو ہزار صرف حمادؒ کے طریق سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔ (مناقب موفق ج۱ ص۹۶)'' (مقامِ ابی حنیفہ ص۱۱۶)

یہ روایت تین وجہ سے موضوع ہے:

اول: آلِ تقلید کا صدر الائمہ رافضی اور معتزلی تھا۔ دیکھئے روایت نمبر ۷

دوم: موفق رافضی و معتزلی اور حسن بن زیاد اللؤلؤی کے درمیان سند غائب ہے۔ اس رافضی کی پیدائش سے پہلے حسن بن زیاد مر گیا تھا لہٰذا اس روایت کی سند کہاں ہے؟

سوم: حسن بن زیاد مشہور کذاب تھا۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: اور حسن اللؤلؤی کذاب ہے۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۷۶۵، میری کتاب: علمی مقالات ج ۲ ص ۳۳۷)

عبدالغفار دیوبندی (.........) نے لکھا ہے: ''سید الحفاظ یحی بن معین الحنفی المقلد''

(دیوبندی رسالہ: قافلۂ حق ج ۳ شمارہ ۴ ص ۱۹)

امام یحییٰ بن معین نہ تو حنفی تھے اور نہ مقلد بلکہ اُن کے بارے میں حاکم نیشاپوری نے کہا: اہلِ حدیث کے امام (المستدرک ج ۱ ص ۱۹۸ ح ۷۱۰، علمی مقالات ج ۱ ص ۱۶۴ فقرہ ۱۳)

نیز دیکھئے (سوال وجواب والا) مضمون: امام یحییٰ بن معین اور توثیق ابی حنیفہ؟

حسن بن زیاد کے بارے میں امام نسائی نے فرمایا: '' **كذاب خبيث** ''

(الطبقات للنسائی آخر کتاب الضعفاء ص ۲۶۶، دوسرا نسخہ ص ۳۱۰)

یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: '' **الحسن اللؤلؤي كذاب** ''

(کتاب المعرفۃ والتاریخ ۵۶/۳)

امام یزید بن ہارون (جنھیں سرفراز خان صفدر نے الحافظ القدوہ اور شیخ الاسلام کہا ہے۔ دیکھئے مقام ابی حنیفہ ص ۷۶) نے حسن بن زیاد کے بارے میں فرمایا: کیا وہ مسلمان ہے؟

(الضعفاء للعقیلی ج ۱ ص ۲۲۷ وسندہ صحیح، اخبار القضاۃ لابن حیان ۱۸۹/۳، وسندہ صحیح، علمی مقالات ج ۲ ص ۳۳۷)

یہ شخص امام سے پہلے سر اُٹھاتا تھا اور امام سے پہلے سجدہ کرتا تھا، نیز ایک دفعہ ایک سچے امام نے اسے اس حالت میں دیکھ لیا کہ اُس نے نماز میں سجدے کے دوران میں ایک لڑکے کا بوسہ لے لیا تھا۔

ایسے گندے کذاب کی روایت سے سرفراز خان کڑمنگی نے استدلال کر کے اپنے

بارے میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ علم و تحقیق اور انصاف سے یہ شخص (سرفراز خان) بہت دُور تھا اور ترویجِ اکاذیب میں بہت مصروف تھا۔

۹) سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

''امام ابُو زکریا یحییٰؒ بن معینؒ سے دریافت کیا گیا کہ:۔...کیا امام ابُو حنیفہؒ حدیث میں سچے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں سچّے تھے۔(جامع بیان العلم ج ۲ص ۱۴۹)''

(مقامِ ابی حنیفہ ص ۱۲۸)

جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر میں یہ روایت محمد بن الحسین الازدی الموصلی الحافظ کے حوالے سے لکھی ہوئی ہے۔اس ازدی کے بارے میں امام ابوبکر البرقانی نے اشارہ کیا کہ وہ ضعیف تھا۔خطیب بغدادی نے کہا: اس کی حدیث میں غرائب اور منکر روایتیں ہیں، وہ حافظ تھا... (تاریخ بغداد ج ۲ص ۲۴۴ ت ۷۰۹)

حافظ ذہبی نے اسے ضعیف راویوں میں ذکر کیا اور کہا: وہ منکر روایتیں اور غرائب بیان کرنے والا تھا، برقانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(دیوان الضعفاء والمتروکین ۲/ ۲۹۲ ت ۳۶۷۲)

حافظ ابن حجر نے کہا: اور ازدی ضعیف ہے....الخ (ہدی الساری ص ۳۸۶ ترجمۃ احمد بن شبیب)

نیز دیکھئے مضمون: امام یحییٰ بن معین اور توثیقِ ابی حنیفہ؟ (ص ۱)

یہ شخص امام ابن معین کی وفات (۲۳۳ھ) کے ۱۴۱ سال بعد ۳۷۴ھ میں فوت ہوا۔

ازدی مذکور نے امام ابن معین تک کوئی سند بیان نہیں کی لہٰذا یہ بے سند و مجروح روایت موضوع ہے۔

۱۰) سرفراز خان نے کہا:

''حضرت روحؒ بن عبادہؒ فرماتے ہیں کہ میں ۱۵۰ھ میں مشہور محدّث ابنِ جریجؒ کے پاس تھا کہ اچانک حضرت امام ابُو حنیفہؒ کی وفات کی خبر آ گئی۔ابن جریجؒ نے **اِنّـا لِلّٰہِ الخ** پڑھ کر صدمہ کے ساتھ یہ فرمایا کہ:۔

ایّ علم ذھب ۔ (بغدادی ج۱۳ص۳۳۸) کتنا بڑا علم رخصت ہوگیا ہے۔''

(مقامِ ابی حنیفہ ص۷۱۔۷۲)

اس روایت کا ایک راوی ابومحمد عبداللہ بن جابر بن عبداللہ الطرسوسی البزاز ہے، جس کے بارے میں ابواحمد الحاکم نے کہا: '' ذاھب الحدیث .. منکر الحدیث '' وہ حدیث میں گیا گزرا ہے...وہ منکر حدیثیں بیان کرتا تھا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۹/۱۵۹۔۱۶۰)

سیوطی نے عبداللہ بن جابر کی ایک روایت کو اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ (۱/ ۴۱۷) میں ذکر کیا ہے۔

اس طرسوسی کی توثیق نامعلوم ہے ۔ اس کا شاگرد ابوالحسن احمد بن جعفر بن حمدان الطرسوسی ہے جس کی توثیق کہیں نہیں ملی یعنی وہ بھی مجہول تھا۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت موضوع ہے۔

یہ دس مثالیں بطورِ نمونہ اور تعارف پیش کی گئی ہیں ورنہ سرفراز خان کی اس کتاب اور دیگر کتابوں میں موضوع، ضعیف اور مردود روایات کثرت سے ہیں۔

ابن الندیم (محمد بن اسحاق بن محمد بن اسحاق بن الندیم الوراق) نام کا ایک رافضی معتزلی تھا۔ دیکھئے لسان المیزان (۵/۷۲، دوسرا نسخہ ۵/۷۰)

حافظ ابن حجر نے کہا: وہ غیر موثوق ہے یعنی ثقہ نہیں ہے۔ (ایضاً ص۷۲)

پھر انھوں نے ابن الندیم کے مفتری (جھوٹے) ہونے کا ثبوت پیش کیا۔

دیکھئے لسان المیزان (ج۵ص۷۳۔۷۴)

حافظ ذہبی نے کہا: '' الشیعي المعتزلي '' (تاریخ الاسلام ج۲۷ص۳۹۸)

یاقوت الحموی نے کہا: '' وکان شیعیًا معتزلیًا '' وہ شیعہ معتزلی تھا۔

(معجم الادباء ج۱۸ص۱۷ت۶)

صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی نے کہا: وہ شیعہ معتزلی تھا۔

(الوافی بالوفیات ج ۲ ص ۱۳۹ ت ۵۶۹)

اس شیعہ معتزلی رافضی کی توثیق کسی قابلِ اعتماد محدث سے ثابت نہیں ہے مگر سرفراز خان صفدر نے بار بار اس کے اقوال سے استدلال کیا۔ (دیکھئے مقامِ ابی حنیفہ ص ۸۲، ۱۰۸) اور کہا: ''مشہور قدیم اور ثقہ مؤرخ امام ابوالفرج محمدؒ بن اسحاقؒ بن ندیمؒ ...''

(الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۲۴۳)

سبحان اللہ! دیوبندیوں کو رافضی معتزلی امام اور پھر اس پر سہاگا یہ کہ ثقہ بھی (؟!) مبارک ہو!

اسی ایک حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ آلِ دیوبند کا اوڑھنا بچھونا کذب وافتراء اور تہمت برا برِیاء ہے۔

سرفراز خان صفدر نے اس کتاب اور دوسری کتابوں میں ضعیف اور غیر ثابت اقوال و روایات سے کثرت کے ساتھ استدلال کیا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ سرفراز خان صفدر کی کتابوں میں علمی و تحقیقی اور فنی کمالات کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا گیا بلکہ جھوٹی روایات اور غیر ثابت اقوال پھیلانے کا بہت بڑا مظاہرہ کیا گیا ہے لہٰذا عام مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے لوگوں سے بچ کر رہیں اور اپنی آخرت خراب نہ کریں۔ وما علینا إلا البلاغ (۲/نومبر ۲۰۰۹ء)

اہلِ سنت کا قول: اللہ عرش پر ہے

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے فرمایا:

اسلاف اور ائمۂ سنت بلکہ صحابہ، اللہ، اس کے رسول اور مومنین کا قول ہے کہ اللہ آسمانوں پر ہے، اللہ عرش پر ہے، اس کا عرش آسمانوں سے اوپر ہے اور وہ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے۔ اس کی دلیل اُن کے پاس آیات، احادیث اور آثار ہیں۔

اور جہمیہ کا یہ قول ہے کہ ''اللہ ہر مکان میں ہے۔'' پاک ہے اللہ اُن کے اس قول سے، بلکہ ہم جہاں بھی ہوں وہ ہمارے ساتھ اپنے علم سے ہے۔

(کتاب العلو للعلی الغفار ج ۲ ص ۹۷۰ نسخہ محققہ)

حافظ زبیر علی زئی

سلف صالحین اور بعض مسائل میں اختلاف

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

بعض لوگ اپنے خُفیہ مقاصد کے لئے بعض اہلِ حدیث (اہلِ سنت) علماء کے درمیان چند مسائل میں اختلافات کو بڑھا چڑھا کر پَمفلٹوں کی شکل میں اس انداز سے پیش کرتے ہیں، گویا کہ کفر واسلام کا مسئلہ ہو، حالانکہ بعض اجتہادی مسائل میں اختلاف ہو جانا حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

اہلِ سنت کا اتفاق ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اہلِ حق ، طائفۂ منصورہ اور جنّتی جماعت ہے اور اسی طرح اُن کے متبعین باحسان تابعینِ عظام رحمہم اللہ اجمعین بھی اہلِ حق اور طائفہ منصورہ ہیں۔

اہلِ حق اور طائفۂ منصورہ ہونے کے باوجود صحابہ اور تابعین کا کئی مسائل میں اختلاف تھا، جس کی تفصیل شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم الدہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی کتاب: ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(ج۱ص ۱۴۰۔۱۴۴، باب اسباب اختلاف الصحابۃ والتابعین فی الفروع)

امام ابوعیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ نے نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں فرمایا:

'' و قد اختلف أصحاب النبي ﷺ فی الصلوٰۃ قبل المغرب : فلم یر بعضھم الصلاۃ قبل المغرب ، و قد روي عن غیر واحد من أصحاب النبي ﷺ أنھم کانوا یصلّون قبل صلوۃ المغرب رکعتین بین الأذان و الإقامۃ .''

مغرب سے پہلے نماز کے بارے میں نبی ﷺ کے صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا: پس اُن میں سے بعض مغرب سے پہلے نماز کے قائل نہیں تھے اور نبی ﷺ کے کئی صحابہ سے مروی ہے کہ وہ مغرب کی نماز سے پہلے اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

(سنن الترمذی ح ۱۸۵، باب ما جاء فی الصلوٰۃ قبل المغرب)

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) نے فرمایا:

"**اختلف أصحاب رسول اللّٰہ ﷺ و من بعدھم فی الوضوء ممامست النار...**" إلخ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور اُن کے بعد آنے والوں میں، جسے آگ چھو لے اس (کے کھانے) سے وضو کے بارے میں اختلاف ہے۔

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف ج ۱ ص ۲۱۳، الوضوء ممامست النار)

مَنی کے بارے میں ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"**و قد اختلف أصحاب النبي ﷺ في ذلك ..**" نبی ﷺ کے صحابہ کا اس کے بارے میں اختلاف ہے... (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲ باب حکم المنی ھل ھو طاھر أم نجس؟)

امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۴ھ) نے فرمایا:

"**اختلف أصحاب النبي ﷺ في جراحات الرجال و النساء ...**"

مَردوں اور عورتوں کے زخموں کے بارے میں نبی ﷺ کے صحابہ نے اختلاف کیا...

(شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ۱۵۳، وسندہ صحیح، کتاب الضعفاء لابی زرعہ الرازی ج ۲ ص ۷۷۳)

ان چار گواہیوں سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں بعض اجتہادی مسائل میں اختلاف ہوا تھا لہٰذا اہلِ حق کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف ہو جانا قابلِ رَد و مذمت نہیں بلکہ جائز ہے اور ہر ایک کو اپنی نیت کے مطابق ثواب ملے گا۔ ان شاء اللہ

یاد رہے کہ اختلافِ تناقض و تعارض کی صورت میں حق صرف ایک طرف ہوتا ہے اور اہلِ حق کا دوسرا فریق اس مسئلے میں مجتہد مخطئ ہونے کی وجہ سے ماجور ہوتا ہے یعنی اُسے ایک اجر ملتا ہے۔ اب قطع نظر اس سے کہ راجح کیا ہے اور مرجوح کیا ہے؟ صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام کے درمیان اختلاف میں سے بعض اختلافات کے بیس (۲۰) سے زائد حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱) جس شخص پر جنابت کی وجہ سے غسل فرض ہو اور اسے پانی نہ ملے تو کیا کرے؟

اس کے بارے میں سیدنا عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**لا یصلّی حتی یجد الماء**'' وہ نماز نہیں پڑھے گا حتیٰ کہ پانی پالے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰ ح ۳۴۶)

جبکہ سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں اُن کے مقابلے میں قرآن مجید کی آیت سے استدلال کیا تو ''**فما دری عبداللّٰہ ما یقول**'' عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کو معلوم نہ ہوا کہ کیا کہیں؟ (حوالہ مذکورہ ح ۳۴۶)

۲) اگر عورت حائضہ یا جُنبیہ نہ ہو تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اُس کے جُوٹھے پانی سے (وضو کرنے میں) کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳ ح ۳۴۷ وسندہ صحیح)

جبکہ سیدنا حکم (بن عمرو) الغفاری رضی اللہ عنہ نے عورت کے استعمال سے باقی ماندہ پانی سے منع فرمایا۔ (ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۴ ح ۳۵۵ وسندہ صحیح)

۳) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**لا تدخل الحمام ....**''

حمام میں داخل نہ ہو... (ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۰۹ ح ۱۱۶۵، وسندہ صحیح)

جبکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جُحفہ کے حمام میں داخل ہوئے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۰۹ ح ۱۱۶۹، وسندہ صحیح)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حمام بہترین گھر ہے، میل کُچیل دُور کر دیتا ہے اور (جہنم کی) آگ یاد دلاتا ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۰۹ ح ۱۱۷۰، وسندہ صحیح)

۴) سمندر کے پانی کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''**التیمم أحبّ إليّ من الوضوء من ماء البحر**'' میرے نزدیک سمندر کے پانی سے وضو کرنے سے تیمّم (کرنا) بہتر ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۳۱ ح ۱۳۹۳، وسندہ صحیح)

جبکہ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے سمندر کے پانی سے وضو کے بارے میں فرمایا:

''**ھو الطھور ماؤہ والحلال میتتہ**'' اس کا پانی پاک ہے اور مُردار (مچھلی) حلال ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۳۰ ح ۱۳۷۹، وسندہ صحیح)

۵) عمیر بن سعد (ثقہ تابعی) سے روایت ہے کہ میں اُس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا جس میں

عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) موجود تھے، اُن سے نماز میں ذَکر کے چھونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: یہ تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہی تو ہے... الخ

(ابن ابی شیبہ ۲۰۲/۲ ح ۷۵۴۲، نسخہ محمد عوامہ وسندہ صحیح)

جبکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب اپنی شرمگاہ (ذَکر) کو (ہاتھ سے) چھوتے تو دوبارہ وضو کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ نسخہ محمد عبدالسلام شاہین ۱۹۴/۱ ح ۱۷۳۳، وسندہ صحیح)

یعنی ایک صحابی مسِ ذکر سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں تھے اور دوسرے وضو ٹوٹنے کے قائل تھے۔

۶) چمڑے کے موزوں پر مسح کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''لأن أحزّهما بالسكاكين أحبّ إليّ من أن أمسح عليهما .''

اگر میں انھیں چھریوں سے کاٹ ڈالوں تو یہ میرے لئے بہتر ہے اس سے کہ میں ان پر مسح کروں۔ (ابن ابی شیبہ ۱۸۵/۱ ح ۱۹۴۴، وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا موزوں پر مسح کی قائل نہیں تھیں۔

دوسری طرف سیدنا سعد (بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **''امسح علیھما''** ان (موزوں) پر مسح کرو۔ (ابن ابی شیبہ ۱۸۰/۱ ح ۱۸۸۶، وسندہ صحیح)

عاصم (ثقہ تابعی) نے فرمایا: **''رأیت أنسًا یمسح علی الخفین و العمامة''** میں نے انس (رضی اللہ عنہ) کو موزوں اور پگڑی پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ (ابن ابی شیبہ ۲۲/۱ ح ۲۲۴ وسندہ صحیح)

۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نمازِ جمعہ کی دو اذانیں ہوتی تھیں: ایک خطبے کے وقت اذان اور دوسری: نماز کے وقت اقامت، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبے والی اذان سے پہلے ایک اذان کو جاری کر دیا۔ دیکھئے صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۲۴ ح ۹۱۲، ۹۱۳)

اس اذانِ عثمانی کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **''الأذان الأول یوم الجمعة بدعة .''** جمعہ کے دن پہلی اذان بدعت ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۱۴۰/۲ ح ۵۴۳۶)

دوسری طرف یہ روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **''کل بدعة ضلالة و**

إن رآھا الناس حسنًا ''ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اسے حسن (اچھی) سمجھتے ہوں۔ (السنہ للمروزی: ۸۲ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ ہمارے نزدیک اذانِ عثمانی پر بدعت کا فتویٰ صحیح نہیں ہے۔

۸) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ متعۃ الحج (تمتع) سے منع کرتے تھے۔ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے حج اور عمرے (تمتع) کی لبیک کہی اور فرمایا: '' **ما کنت لأدع سنة النبي ﷺ لقول أحد.** '' میں نبی ﷺ کی سنت کسی کے کہنے پر چھوڑ نہیں سکتا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۲ ح ۱۵۶۳)

۹) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے (صبح کی نماز) اندھیرے میں پڑھائی تو (سیدنا) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' **أسفروا بھذہ الصلوٰة فإنه أفقه لكم .** '' یہ نماز روشنی میں پڑھو کیونکہ یہ تمھارے لئے زیادہ تفقہ والی (مناسب) ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۳۲۱ ح ۳۲۴۷ وسندہ صحیح)

جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھاتے تو آدمی اپنے بیٹے کو تین ہاتھ دور پہچان نہیں سکتا تھا۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۳۲۰ ح ۳۲۳۶ وسندہ صحیح)

یعنی آپ رضی اللہ عنہ سخت اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھاتے تھے اور یہی راجح ہے۔

۱۰) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت نہیں کرتے تھے اور فرماتے: یہ نبی کی توبہ ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۲/۱۰ ح ۴۲۶۹ وسندہ حسن)

جبکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سورۂ ص میں سجدہ کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۲/۹ ح ۴۲۵۹ وسندہ صحیح)

۱۱) سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۲/۳۵۳ ح ۷۳۵۰ وسندہ صحیح)

جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے والے کو مارتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۲/۳۵۰ ح ۷۳۳۵ وسندہ صحیح)

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں، بلکہ بعض صحابۂ کرام سے ایک ہی مسئلے میں دو طرح

کے فتوے بھی ثابت ہیں۔ مثلاً:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے پیچھے نماز پڑھی ہے، وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۱ ح ۴۱۴۴ وسندہ صحیح)

جبکہ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر (رضی اللہ عنہ) نے (نماز میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۲ ح ۴۱۵۷ وسندہ صحیح، شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/۱۳۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۸)

جو شخص (اپنی بیوی سے) جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ غسل نہیں کرے گا۔ الخ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۹۰ ح ۹۶۲ وسندہ صحیح)

جبکہ دوسری روایت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب شرمگاہ سے شرمگاہ مل جائے تو غسل واجب (فرض) ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۸۶ ح ۹۳۳ وسندہ حسن، التاریخ الکبیر للبخاری ۳/۲۱۴ وسندہ حسن)

اب تابعین کے بعض آثارِ اختلاف پیشِ خدمت ہیں:

۱۲) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کا خلال کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۱۲ ح ۱۰۰، وسندہ صحیح)

جبکہ ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) نے وضو کیا اور اپنی داڑھی کا خلال نہیں کیا۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۱۴ ح ۱۲۶، وسندہ صحیح)

۱۳) مشہور ثقہ تابعی عکرمہ رحمہ اللہ (وضو میں) اپنے پاؤں پر مسح کرتے تھے اور اسی کے قائل تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۱۸ ح ۱۷۸، وسندہ صحیح)

جبکہ ابومجلز لاحق بن حمید رحمہ اللہ اپنے پاؤں دھوتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۰ ح ۱۹۷، وسندہ صحیح)

۱۴) حکیم بن جابر (بن طارق بن عوف الاحمسی الکوفی) رحمہ اللہ اپنی پگڑی پر مسح کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۲ ح ۲۲۷ وسندہ حسن)

جبکہ عروہ (بن الزبیر) رحمہ اللہ پگڑی اُتار کر سر پر پانی سے مسح کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۲۳ ح ۲۳۶ وسندہ صحیح ،موطا امام مالک ۱/۳۵ ح ۶۸ وسندہ صحیح)

قاسم بن محمد بن ابی بکر پگڑی پر مسح نہیں کرتے تھے۔الخ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۴ ح ۲۳۸ وسندہ صحیح)

۱۵) ابن عون (ثقہ) سے روایت ہے کہ میں نے محمد (بن سیرین رحمہ اللہ) کو دیکھا، وہ کھڑے ہوکر پیشاب کر رہے تھے اور وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۱۲۳ ح ۱۳۱۷، وسندہ صحیح)

جبکہ ابن بریدہ رحمہ اللہ نے فرمایا: کھڑے ہوکر پیشاب کرنا (من الجفاء) بداخلاقی میں سے ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۱۲۴ ح ۱۳۲۷، وسندہ صحیح)

۱۶) ابن شہاب الزہری (ثقہ تابعی) وضو کے بعد تولیے سے اپنا چہرہ پونچھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۱۴۹ ح ۱۵۹۰، وسندہ صحیح)

اسود بن یزید رحمہ اللہ (بھی) تولیے سے پونچھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۱۴۹ ح ۱۵۸۸، وسندہ صحیح)

جبکہ ابراہیم نخعی اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ وضو کے بعد تولیے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۱۵۰ ح ۱۵۹۵، وسندہ صحیح)

اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بھی اسے ناپسند کرتے تھے اور فرماتے: تم نے تولیے ایجاد کر لئے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۱۵۰ ح ۱۵۹۶، وسندہ صحیح)

۱۷) ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تیمّم دو ضربیں ہے: ایک چہرے کے لئے اور دوسری ذراعین (ہاتھ کی انگلیوں سے کہنیوں تک) کے لئے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۱۵۹ ح ۱۶۸۴، وسندہ صحیح)

جبکہ مکحول (تابعی رحمہ اللہ) نے تیمّم کیا تو اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا (مٹی سے) مسح کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۱۵۹ ح ۱۶۷۹، وسندہ صحیح)

یعنی انھوں نے کہنیوں تک تیمّم نہیں کیا۔

۱۸) ابراہیم نخعی نے کہا کہ بغیر وضو کے اذان کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔الخ

(ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۱ ح ۲۱۸۸ وسندہ صحیح)

جبکہ عطاء بن ابی رباح بغیر وضو کے اذان کو مکروہ سمجھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۲ ح ۲۱۹۶ وسندہ حسن)

۱۹) عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ اذان میں باتیں کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۲ ح ۲۲۰۳ وسندہ صحیح)

جبکہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ اذان میں باتیں کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۲ ح ۲۲۰۵ وسندہ صحیح)

۲۰) عثمان بن ابی ھند العبسی الکوفی (ثقہ) نے کہا: میں نے ابو عبیدہ (بن عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ) کو دیکھا، انھوں نے جب رکوع کیا تو تطبیق کی یعنی اپنی رانوں کے درمیان اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۴۷ ح ۲۵۴۳ وسندہ صحیح)

جبکہ ابراہیم نخعی اپنے گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۴۵ ح ۲۵۳۶ وسندہ صحیح)

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے رکوع میں اپنے گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۲۴۵ ح ۲۵۳۷ وسندہ حسن)

اور یہی راجح اور آخری عمل والی احادیث سے ثابت ہے۔

۲۱) مکحول رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی کی نماز کو عورت، گدھا اور کتا (اگر آگے سے گزر جائے تو) توڑ دیتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۸۱ ح ۲۹۰۱ وسندہ صحیح)

جبکہ عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: کفر کے سوا نماز کو کوئی چیز بھی نہیں توڑتی۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۲۸۰ ح ۲۸۹۱ وسندہ صحیح)

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں، جن سے صاف ثابت ہے کہ اہلِ حق میں بعض مسائل میں اختلاف ہوا ہے اور اختلاف ہوسکتا ہے لہٰذا اہلِ بدعت کا اہلِ حق (اہلِ حدیث) کے بعض اختلافات پیش کر کے پروپیگنڈا کرنا باطل اور مردود ہے۔

امام ابو حنیفہ اور حنفی علماء کے درمیان بھی کئی مسائل پر بڑا اختلاف ہے، استاد اور دونوں شاگردوں (قاضی ابو یوسف اور محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی) کے درمیان سخت

اختلاف تھا، جس کی دس مثالیں حنفیہ کی معتبر کتبِ فقہ سے پیشِ خدمت ہیں:

۱) ابو حنیفہ نے کہا: امام کی تکبیر کے ساتھ مقتدی ملاتے ہوئے تکبیر کہے جبکہ قاضی ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا: اس (امام) کے بعد تکبیر کہے۔

(مختلف الروایہ لابی اللیث السمرقندی ج ۱ ص ۷۱ حوالہ: ۱)

۲) ابوحنیفہ نے کہا: جب امام رکوع سے سر اُٹھائے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور ربنا لک الحمد نہ کہے۔ جبکہ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا: وہ دونوں (کلمات) اکٹھے کہے۔

(مختلف الروایہ ۱/ ۷۴ حوالہ: ۲، دیکھئے الجامع الصغیر لابن فرقد ص ۸۷۔ ۸۸)

۳) ابوحنیفہ نے کہا: اگر نمازی بغیر عذر کے پیشانی کے بغیر (صرف) ناک زمین پر رکھے تو جائز ہے اور اُس نے غلط کام کیا۔ جبکہ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا: جائز نہیں ہے۔

(مختلف الروایہ ۱/ ۷۸ حوالہ: ۳، دیکھئے ہدایہ اولین ص ۱۰۸)

٤) ابوحنیفہ نے کہا: اگر قرآن فارسی میں پڑھے، خطبۂ جمعہ فارسی میں دے اور نماز میں تشہد فارسی میں پڑھے تو جائز ہے۔ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا: اگر عربی اچھی طرح آتی ہے تو جائز نہیں ہے۔ الخ (مختلف الروایہ ۱/ ۸۰۔ ۸۱ حوالہ: ۴، دیکھئے الجامع الصغیر ص ۹۴، ہدایہ اولین ص ۱۰۱)

یاد رہے کہ اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح رجوع ثابت نہیں ہے۔

۵) ابوحنیفہ نے کہا: جرابیں اگرچہ موٹی ہوں اور غیر منعل ہوں تو اُن پر مسح جائز نہیں ہے۔ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا: اگر موٹی ہوں تو اُن پر مسح جائز ہے۔ (مختلف الروایہ ۱/ ۹۰ حوالہ: ۹)

ہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ (امام) ابوحنیفہ نے آخر میں اپنی اس بات اور فتوے سے رجوع کر لیا تھا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (اولین ج ۱ ص ۶۱، وعنہ أنہ رجع إلیٰ قولھما وعلیہ الفتویٰ)

٦) ابوحنیفہ نے کہا: اگر وضو کر کے عید کی نماز شروع کرے پھر وضو ٹوٹ جائے تو تیمّم کر کے نماز پر بنا کرے یعنی سابقہ نماز کے ساتھ ملا کر نماز پڑھے۔ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا: نمازِ عید میں تیمّم کے ساتھ بنا کرنا جائز نہیں ہے۔ (مختلف الروایہ ۱/ ۹۶۔ ۹۷ حوالہ: ۱۱)

۷) ابوحنیفہ نے کہا: شہر میں مقیم جُنبی کو اگر گرم پانی نہ ملے اور اسے اپنے آپ پر ہلاک

ہونے کا ڈر ہو تو اُس کے لئے تیمّم کرنا جائز ہے۔ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا: جائز نہیں ہے۔ (مختلف الروایہ ۱/۹۸ حوالہ:۱۲)

۸) ابوحنیفہ نے کہا کہ عصر کا وقت دو مثل پر داخل ہوتا ہے جبکہ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا کہ ایک مثل پر داخل ہوتا ہے۔ (مختلف الروایہ ۱/۱۰۰ حوالہ:۱۴، دیکھئے ہدایہ اولین ص ۸۱)

۹) ابوحنیفہ نے کہا: اذانِ خطبہ اور اقامت کے درمیان کلام کرنا مکروہ ہے۔ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا: مکروہ نہیں ہے۔ (مختلف الروایہ ۱/۱۰۳ حوالہ:۱۶)

۱۰) ابوحنیفہ نے کہا: اگر امام اور اکیلا (نمازی) مصحف سے (یعنی قرآن دیکھ کر) قراءت کرے تو اُس کی نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا: فاسد نہیں ہوتی۔

(مختلف الروایہ ۱/۱۱۷ حوالہ:۲۳، دیکھئے الجامع الصغیر ص ۹۷)

اس طرح کی اور بھی کئی مثالیں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے:

۱: ابواللیث السمرقندی کی کتاب: مختلف الروایہ (ترتیب العلاء السمرقندی)..۴ جلدیں

۲: مختصر اختلاف العلماء تصنیف الطحاوی (اختصار الجصاص)............ ۵ جلدیں

۳: الافصاح عن معانی الصحاح لابن ہبیرہ.............................. ۲ جلدیں

۴: اختلاف الفقہاء للمروزی .... ۱ جلد

۵: مولانا عصمت اللہ ثاقب ملتانی کی کتاب: الاختلاف بین ائمۃ الاحناف..۱ جلد

۶: مولانا ارشاد الحق اثری کی کتاب: اسباب اختلاف الفقہاء.......... ۱ جلد

۷: ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کی کتاب: اسباب اختلاف الفقہاء... ۱ جلد

حنفیہ اور شافعیہ کا بھی آپس میں بڑا اختلاف ہے مثلاً:

۱: شافعیہ نماز میں رفع یدین قبل الرکوع وبعدہ کے قائل و فاعل ہیں جبکہ حنفیہ مخالف ہیں۔

۲: شافعیہ فاتحہ خلف الامام کے قائل و فاعل ہیں جبکہ حنفیہ مخالف ہیں۔

۳: شافعیہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل و فاعل ہیں جبکہ حنفیہ مخالف ہیں۔

۴: شافعیہ جہری نمازوں میں آمین بالجہر کے قائل و فاعل ہیں جبکہ حنفیہ کو اس سے چڑ ہے۔

۵: شافعیہ کے نزدیک وتر سنت ہے جبکہ حنفیہ کے نزدیک وتر واجب ہے۔

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔

دیوبندیہ اور بریلویہ دونوں فرقوں میں باہم بہت زیادہ اختلافات ہیں بلکہ بعض تو ایک دوسرے پر کفر، شرک اور بدعت کے فتوے بھی لگاتے ہیں۔

دیوبندیہ کے حیاتی اور مماتی فرقوں میں بھی کئی اختلافات ہیں، حتیٰ کہ بعض تو ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے قائل وفاعل ہیں۔

دیوبندیوں کے باہمی اختلافات اور تناقضات کی داستان بڑی طویل ہے۔

مثلاً دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد ۶۲ ص ۱۵ تا ۳۲، دیوبندی بنام دیوبندی)

محولہ مقام پر تیس سے زیادہ دیوبندی اختلافات کے حوالے پیش کر کے آلِ دیوبند کو اُن کا باطنی چہرہ دکھایا گیا ہے کہ ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لیں۔

یہی حال آلِ بریلی (فرقہ بریلویہ) کا ہے۔ مثلاً:

۱: ایمانِ ابوطالب کے بعض قائل نہیں ہیں اور بعض ایمانِ ابی طالب کے قائل ہیں۔

۲: بعض طاہر القادری کو اچھا سمجھتے ہیں اور بعض اس کے مخالف ہیں بلکہ اُسے ''خطرے کی گھنٹی'' سمجھتے ہیں۔

۳: سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعض بریلویہ سخت مخالف ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں۔ (دیکھئے مقابیس المجالس ص ۷۹۶)

۴: بعض سبز پگڑی باندھتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ''اب ایک گمراہ فرقہ یعنی دیندار جماعت نے بھی سبز عمامہ باندھنا شروع کر دیا ہے اور اس کو اپنی علامت بنا لیا ہے''

(دیکھئے شرح صحیح مسلم از غلام رسول سعیدی ج ۶ ص ۳۸۲)

کیا ان لوگوں نے اپنی چارپایوں کے نیچے بھی کبھی لاٹھیاں پھیری ہیں یا بس اہلِ سنت (اہلِ حدیث) کے بعض اختلافات کو ہی اچھالنے میں مصروف ہیں؟!

رَے اور اصبہان کے شہروں میں حنفیوں اور شافعیوں کی باہمی لڑائیاں اور قتلِ عام کس

کھاتے میں جائے گا؟

تفصیل کے لئے دیکھئے یاقوت الحموی کی کتاب: معجم البلدان (ج ۳ ص ۱۱۷، ج ۱ ص ۲۰۹)

اس مضمون کے آخر میں اہلِ حدیث (اہلِ سنت) بھائیوں کی خدمت میں عرض ہے کہ علمائے حق کے بعض اجتہادی مسائل میں بعض اختلافات پر تنگ دل نہ ہوں اور نہ ایک دوسرے کے خلاف فتوے لگانا شروع کر دیں بلکہ صبر کریں اور اسی طرح برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کریں جیسا کہ صحابہ و تابعین اور سلف صالحین نے اپنے باہمی اختلافات پر کیا تھا۔ درگزر کریں، راجح کو ترجیح دیں اور وسعتِ نظری سے کام لیں۔ علمائے کرام کا احترام کریں اور ادب کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اہلِ حدیث کے تمام مخالفین علمی میدان میں ہمیشہ شکست خوردہ اور مغلوب رہیں گے۔ ان شاء اللہ

سلف صالحین کے درمیان اجتہادی مسائل میں اختلافات کی اصل وجہ یہ تھی کہ بعض مسائل میں نصِ صریح واضح نہ ہونے کی وجہ سے انھیں اجتہاد کرنا پڑا لہٰذا یہ اختلاف رونما ہوا۔ بعض تک صحیح حدیث نہ پہنچی تو انھوں نے اجتہاد سے کام لیا لیکن جب اُن تک صحیح حدیث پہنچ گئی تو انھوں نے آلِ تقلید کی طرح ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہیں لیا بلکہ فوراً رجوع کرلیا۔ مثلاً: سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے بیٹی، پوتی اور بہن کی وراثت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: بیٹی کے لئے آدھا ہے اور بہن کے لئے آدھا ہے، ابن مسعود کے پاس جا کر پوچھ لو، وہ میری تائید کریں گے۔ پھر ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا گیا اور انھیں ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) کا قول بتایا گیا تو انھوں نے فرمایا: میں اس کے بارے میں وہ فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا: بیٹی کے لئے آدھا ہے، پوتی کے لئے چھٹا حصہ ہے اور اس طرح دو تہائی پوری ہوگئی، جو باقی بچا وہ بہن کا ہے۔ پھر ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب تک یہ عالم تمھارے درمیان موجود ہیں مجھ سے مسئلے نہ پوچھو۔ (صحیح بخاری: ۶۷۳۶ ملخصاً)

معلوم ہوا کہ سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے حدیث معلوم ہونے کے بعد فوراً اپنے فتوے سے رجوع کرلیا تھا اور یہی اہلِ ایمان کی عظیم نشانی ہے۔ والحمد للہ (۱۳/ فروری ۲۰۱۰ء)

حافظ زبیر علی زئی

ختمِ نبوت کی احادیثِ صحیحہ پر قادیانیوں کے حملے

اور اُن کا جواب

(قسط نمبر۱)

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی محمد رسول اللّٰہ ﷺ آخر النبیین و رضي اللّٰہ عن أصحابہ أجمعین ومن تبعھم بإحسان إلٰی یوم الدین . أما بعد :

دنیاوی اُمور میں جھوٹ بولنا اور خیانت کرنا گناہِ کبیرہ ہے لیکن قرآن و حدیث پر جھوٹ بولنا اور خیانت کرنا جُرمِ عظیم اور کفر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ج وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ ﴾ جھوٹ تو صرف وہ لوگ بولتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ (النحل:۱۰۵)

ابوالعطاء اللہ دتا جالندھری قادیانی کی کتاب: ''**القول المبین في تفسیر خاتم النبیین**'' سے بیس (۲۰) خیانتیں باحوالہ اور ردپیشِ خدمت ہیں، یہ وہ خیانتیں ہیں جن کا جالندھری نے نبی ﷺ کی احادیث مبارکہ کے بارے میں ارتکاب کیا اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی تھی:

۱) سنن الترمذی (۲۲۷۲) اور مسند احمد (۳/۲۶۷ ح ۱۳۸۲۴) وغیرہما میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**إنّ الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي .**)) بے شک رسالت اور نبوت منقطع (یعنی ختم) ہوگئی، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔ الخ

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**ھذا حدیث صحیح**

غريب من هذا الوجه من حديث المختار بن فلفل ''

(قلمی نسخہ مصورہ ص ۱۴۹/ ب، تحفۃ الاحوذی ۳/ ۲۴۸)

حاکم اور ذہبی دونوں نے اس حدیث کو (امام) مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا۔

(دیکھئے المستدرک ۴/ ۳۹۱ ح ۸۱۷۸ وتلخیصہ)

ہمارے علم کے مطابق زمانۂ تدوینِ حدیث کے محدثین کرام میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار نہیں دیا مگر اللہ دتا جالندھری نے اس پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''**جواب نمبر ا:**۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے چاروں راوی (۱) حسن بن محمد عنبر (۲) عفان بن مسلم (۳) عبدالواحد بن زیاد (۴) المختار بن فلفل ضعیف ہیں ۔ گویا سوائے حضرت انسؓ کے شروع سے لیکر آخر تک تمام سلسلہ اسناد ضعیف راویوں پر مشتمل ہے۔

حسن بن محمد عنبر کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں:۔

'' ضعفه ابن قانع وقال الدارقطني تكلموا فيه ''

(میزان الاعتدال زیر نام الحسن بن محمد بن عنبر جلد ۲ ص ۴۳ دار الفکر العربی)

یعنی ابن قانع کہتے ہیں کہ حسن بن محمد ضعیف تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک اس راوی کی صحت کے بارے میں کلام ہے۔'' (القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین ص ۵۶)

جواب الجواب: سنن الترمذی کی روایت میں حسن بن محمد بن عنبر نہیں بلکہ الحسن بن محمد الزعفرانی ہیں۔ (دیکھئے سنن الترمذی کے عام نسخے اور تحفۃ الاحوذی ۳/ ۲۴۸)

الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی امام عفان بن مسلم کے شاگرد اور امام ترمذی کے استاذ تھے۔ دیکھئے تہذیب الکمال للمزی (۲/ ۱۶۴)

انھیں نسائی، ابن حبان، ابوالحسین ابن المنادی، ابن ابی حاتم الرازی اور ابن عبدالبر وغیرہم نے ثقہ قرار دیا اور حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ''ثقة '' (تقریب التہذیب: ۱۲۸۱)

حافظ ذہبی نے اُن کی بہت تعریف کی اور فرمایا: ''وكان مقدمًا في الفقه والحديث . ثقة جليلاً ... ''وہ فقہ وحدیث میں مقدّم (اور) جلیل القدر ثقہ تھے...

(سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ۲۶۲۔۲۶۳)

ایسے ثقہ جلیل القدر امام کو قادیانی کا دوسرے راوی حسن بن محمد بن عنبر سے بدل کر ابن عنبر پر جرح نقل کر دینا اُس کی بہت بڑی خیانت کی دلیل ہے۔

۲) امام ترمذی کے استاذ حسن بن محمد الزعفرانی رحمہ اللہ پر قادیانی کی جرح کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے علاوہ کسی اور راوی نے اس حدیث کو بیان نہیں کیا تھا، حالانکہ یہی حدیث امام احمد بن حنبل اور الحسین بن الفضل دونوں نے عفان بن مسلم سے بیان کی ہے۔

دیکھئے مسند احمد (۳/ ۲۶۷، دوسرا نسخہ ۲۱/ ۳۲۶ ح ۱۳۸۲۴) اور اتحاف المہرہ لابن حجر (۲/ ۳۲۹ ح ۱۸۰۹، بحوالہ المستدرک للحاکم)

لہٰذا یہ جالندھری کی دوسری خیانت ہے۔

۳) جالندھری قادیانی نے اسی حدیث پر جرح کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

''اسی طرح دوسرے راوی عفان بن مسلم کے متعلق ابوخیثمہ کہتے ہیں ''**انکرنا عفان**'' (میزان الاعتدال زیر نام عفان بن مسلم ج ۴ ص ۱۔۲ دار الفکر العربی) کہ ہم اس راوی کو قابل قبول نہیں سمجھتے۔'' (القول المبین ص ۵۶)

امام عفان کے بارے میں حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مذکورہ مقام پر لکھا ہے:

" و قد قال أبو خيثمة :أنكرنا عفان قبل موته بأيام . قلت : هذا التغير هو من تغيّر مرض الموت و ما ضرّهُ لأنه ما حدّث فيه بخطأ . "

ابوخیثمہ نے کہا: ہم نے عفان کی موت سے کچھ دن پہلے اُن پر انکار کیا۔ (یعنی اُن کی حالت کو بدلا ہوا پایا۔) میں (ذہبی) نے کہا: یہ تغیر (تبدیلی) مرضِ موت کا تغیر ہے، جس نے انھیں نقصان نہیں پہنچایا کیونکہ اس حالت میں انھوں نے کوئی غلط روایت بیان نہیں کی۔

(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۸۲، دوسرا نسخہ ج ۵ ص ۱۰۴)

حافظ ذہبی نے تو امام عفان کا دفاع کیا کہ مرض الموت کی حالتِ تغیر میں اُنھوں نے کوئی غلط روایت بیان نہیں کی جبکہ قادیانی نے خیانت کرتے ہوئے میزان کے حوالے کو جرح میں

بدل دیا اور کتر بیونت کرتے ہوئے آدھا حوالہ لکھ کر باقی سے آنکھیں بند کر لیں۔
امام عفان بن مسلم بن عبداللہ الصفار رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں اور انھیں ابو حاتم الرازی، ابن سعد، ابن حبان اور یعقوب بن شیبہ وغیرہم نے ثقہ قرار دیا۔ دیکھئے تہذیب الکمال (۱۸۹/۵۔۱۹۰، مع الحواشی)
امام حسن بن محمد الزعفرانی نے امام احمد بن حنبل سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا:
اس حدیث میں کس نے عفان کی متابعت کی ہے؟ تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:
کیا عفان کو کسی متابعت کی ضرورت ہے؟ (تاریخ بغداد ۲۷۴/۱۲ ت ۶۷۱۵ وسندہ صحیح)

۴) جالندھری قادیانی نے لکھا ہے:
''تیسرے راوی عبدالواحد بن زیاد کے متعلق لکھا ہے'' **قال یحیٰ لیس بشیءٍ**''
(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۶۷۲ زیر نام عبدالواحد بن زیاد دار الفکر العربی) کہ یحیٰ کہتے ہیں کہ یہ راوی کسی کام کا نہیں ہے۔'' (القول المبین ص ۵۶)

عرض ہے کہ اسی مذکورہ مقام پر حافظ ذہبی نے لکھا ہے: '' **و روی عثمان أیضًا عن یحیی: ثقة** ''اور عثمان (بن سعید الدارمی) نے یحییٰ (بن معین) سے یہ بھی روایت کیا کہ (عبدالواحد بن زیاد) ثقہ ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۷۲، دوسرا نسخہ ج ۴ ص ۴۲۴)

اس توثیق کو قادیانی نے چھپا کر خیانت کا ارتکاب کیا ہے اور اُن لوگوں کی یاد تازہ کر دی ہے جنھیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا۔

جب ایک ہی راوی کے بارے میں ایک ہی محدث سے جرح اور تعدیل ثابت ہو تو اس کے تین حل ہیں:

اول: جرح اور تعدیل باہم ٹکرا کر دونوں ساقط ہیں لہٰذا دوسرے محدثین کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

دوم: جرح اور تعدیل میں سے جو بھی جمہور محدثین کی تحقیق اور گواہیوں کے موافق ہوگی اُسے قبول کیا جائے گا۔

سوم: خاص اور عام کی تفصیل تلاش کر کے تطبیق دی جائے گی۔

عبدالواحد بن زیاد البصری رحمہ اللہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما کے راوی تھے اور انھیں ابن سعد، ابوزرعہ الرازی، ابوحاتم الرازی اور ابن حبان وغیرہم جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے لہٰذا اُن پر یہاں جرح باطل اور مردود ہے۔

۵) جالندھری قادیانی کی جرح سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس حدیث کو عبدالواحد بن زیاد کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے مختار بن فلفل سے بیان نہیں کیا تھا، حالانکہ یہی حدیث اس مفہوم اور الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ امام عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ نے بھی مختار بن فلفل سے بیان کی ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱۱/۵۳ ح ۳۰۴۴۸، دوسرا نسخہ ۱۰/۳۲۲ ح ۳۰۹۷۵، عوامہ والا نسخہ ۱۶/۲۸۔۲۹ ح ۳۱۰۹۷) مسند ابی یعلیٰ (۷/۳۸ ح ۳۹۴۷) الامالی لابن بشران (۲۲۳ یا ۲۲۴)

صحیحین کے بنیادی راوی امام عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمٰن الاودی الکوفی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''**ثقة فقيه عابد**'' (تقریب التہذیب: ۳۲۰۷)

معلوم ہوا کہ عبدالواحد بن زیاد پر اس روایت میں اعتراض کرنا سرے سے باطل اور خیانت ہے۔

٦) مختار بن فلفل القرشی المخزومی رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) کے بارے میں جالندھری نے لکھا ہے:

''اسی طرح چوتھے راوی مختار بن فلفل کے متعلق لکھا ہے ''**يخطىء كثيراً تكلم فيه سليمان فعدهٗ وفي روايات المناكير عن انسٍ**'' (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۶۲ زیر نام مختار بن فلفل طبعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان) کہ یہ راوی روایات میں اکثر غلطی کرتا تھا۔ سلیمان نے کہا ہے کہ یہ راوی حضرت انسؓ سے ناقابل قبول روایات بیان کرنے والوں میں سے ہے۔ چنانچہ روایت زیر بحث بھی اس راوی نے انسؓ سے ہی روایت کی ہے لہٰذا محدثین کے نزدیک یہ روایت قابل انکار ہے اور حجت نہیں۔'' (القول المبین ص ۵۶۔۵۷)

الجواب: مختار بن فلفل رحمہ اللہ کو جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: ابوخالد الدقاق یزید بن الہیثم بن طہمان البادی نے کہا: "**سمعت یحیی و ذکر له حدیث المختار بن فلفل الذي یروی عن أنس بن مالك في النبیذ فقال : مختار ثقة .** "میں نے یحییٰ (بن معین) سے سنا، اور اُن کے سامنے مختار بن فلفل کی حدیث کا ذکر کیا گیا، جو وہ انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے نبیذ کے بارے میں روایت کرتے تھے، تو انھوں نے فرمایا: مختار ثقہ ہیں۔ (کلام یحییٰ بن معین فی الرجال، روایۃ الدقاق:۲۹)

اور امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: مختار بن فلفل ثقہ ہیں۔

(کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۳۱۰/۸ وسندہ صحیح)

۲: امام احمد بن حنبل نے مختار بن فلفل کے بارے میں فرمایا: "**لا أعلم به بأسًا ، لا أعلم إلا خیرًا ...** "میرے علم کے مطابق اُس (کی روایت) میں کوئی حرج نہیں ہے، میں اُس کے بارے میں صرف خیر ہی جانتا ہوں...

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ج ۲ ص ۵۰۴ فقرہ:۳۳۲۱)

۳: امام عبداللہ بن ادریس الکوفی نے فرمایا: "**سمعت مختار بن فلفل و کان من خیار المسلمین یحدثنا و عیناه تهملان .** "میں نے مختار بن فلفل سے سنا، اور وہ بہترین مسلمانوں میں سے تھے، وہ ہمیں حدیث سناتے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوتے تھے۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ج ۳ ص ۵۰۲ فقرہ:۶۱۵۸ وسندہ حسن)

۴: امام ابوالحسن العجلی نے فرمایا: "**کوفي تابعي ثقة**"

(معرفۃ الثقات / التاریخ ۲۶۷/۲ ت ۱۶۹۳)

۵: امام یعقوب بن سفیان الفارسی نے مختار بن فلفل کے بارے میں فرمایا:

"**وهو ثقة کوفي**" (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۱۵۱/۳)

۶: محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی نے فرمایا: "**المختار بن فلفل ثقة ، روی عنه**

الخلق '' (تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۶۰ ص ۱۳۶، وسندہ صحیح)

۷: حافظ ابو حفص عمر بن شاہین نے کہا: ''والمختار بن فلفل الذي يروي عن أنس بن مالك ثقة ''اور مختار بن فلفل جو انس بن مالک سے روایت کرتے تھے، ثقہ ہیں۔ (تاریخ اسماء الثقات: ۱۳۹۵)

۸: مختار بن فلفل کی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: ''هذا حديث حسن صحيح ''

(ح ۳۳۵۲، کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورة: لم یکن)

۹: ابو محمد حسین بن مسعود البغوی نے مختار کی انس رضی اللہ عنہ سے روایت کے بارے میں کہا:

''هذا حديث صحيح '' (شرح السنہ ۳/۵۰ ح ۵۷۹)

نیز دیکھئے الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی (۶۵)

۱۰: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مختار کی روایت کے بارے میں حاکم نیشاپوری نے فرمایا:

''هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه '' (المستدرک ۳/۷۷ ح ۴۴۶۰)

۱۱: حافظ ذہبی نے مختار بن فلفل کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کو ''صحیح'' کہا۔

(تلخیص المستدرک ۳/۷۷ ح ۴۴۶۰)

اور فرمایا: ''ثقة '' (الکاشف ۳/۱۱۲ ت ۵۴۲۸)

۱۲: امام ابن خزیمہ نے مختار عن انس کی روایات کو صحیح ابن خزیمہ میں بیان کر کے کوئی جرح نہیں کی لہٰذا ابن خزیمہ کے نزدیک انس رضی اللہ عنہ سے مختار بن فلفل کی روایات صحیح ہیں۔

دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱۶۰۲، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶...)

۱۳: ابو عوانہ الاسفرائنی نے مختار بن فلفل سے صحیح ابی عوانہ میں روایات بیان کیں۔ مثلاً دیکھئے ج ا ص ۸۲ (ح ۱۷۸) ج ا ص ۱۰۹ (ح ۲۴۲) ج ا ص ۱۵۸ (ح ۳۱۲)...

۱۴: حافظ ضیاء المقدسی نے اپنی مشہور کتاب المختارہ میں مختار بن فلفل کی روایات درج کیں اور کوئی جرح نہیں کی، جو اُن کی طرف سے مختار کی توثیق ہے۔

دیکھئے الاحادیث المختارہ (ج ۷ص ۲۰۴۔۲۰۶۔ح ۲۶۴۱۔۲۶۴۵)

۱۵: امام مسلم نے مختار بن فلفل کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بہت سی روایتوں کو صحیح مسلم میں درج کیا یعنی انھیں صحیح قرار دیا۔

دیکھئے صحیح مسلم (ح ۱۳۶[ترقیم دارالسلام: ۳۵۱] ۱۹۶[۴۸۳] ۴۰۰[۸۹۴]...)

۱۶: حافظ ابن الملقن نے مختار عن انس والی روایت کے بارے میں کہا: ''**هذا الحديث صحيح ..** '' (البدر المنیر ج ۴ص ۲۹۲)

۱۷: قاری ابوالخیر محمد بن محمد الدمشقی عرف ابن الجزری نے اپنی سند سے المختار بن فلفل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی روایت بیان کر کے فرمایا: ''**هذا حديث صحيح ...** ''

(النشر فی القراءات العشر ج ۱ص ۱۹۶، طبع دارالکتاب العربی، بیروت لبنان)

۱۸: احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری (متوفی ۸۴۰ھ) نے مختار عن انس والی روایت کے بارے میں کہا: ''**هذا إسناد صحيح** '' (اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج ۵ص ۴۳۸ح ۵۱۱۹)

۱۹: حافظ ابن حبان نے مختار عن انس والی روایات کو اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں درج کر کے زبانِ عمل سے مختار کو ثقہ اور صحیح الحدیث قرار دیا۔

دیکھئے الاحسان (۶۲۱۰[دوسرا نسخہ: ۶۲۴۳] ۶۴۴۷[۶۴۸۱])

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حبان کی جرح منسوخ یا ساقط ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

۲۰: مختار بن فلفل نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بیان کی، جس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''**أخرجه ابن أبي شيبة بسند صحيح** ''

اسے ابن ابی شیبہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ص ۴۸ تحت ح ۵۵۸۸۔۵۵۸۹ باب ما جاء فی أن الخمر ما خامر العقل من الشراب)

اس عظیم الشان توثیق کے مقابلے میں بعض کی جرح کا جائزہ درج ذیل ہے:

☆ حافظ ابن حبان کا ''**يخطئ كثيرًا** '' کہنا خود ان کی توثیق اور تصحیح سے معارض ہونے

کی وجہ سے ساقط یا منسوخ ہے۔

☆ حافظ ابن حجر کا ''صدوق لہ أوھام'' کہنا شدید جرح نہیں بلکہ ایسا راوی اُن کے نزدیک حسن الحدیث ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ اُن کی جرح خود اُن کی تصحیح سے معارض ہو کر ساقط ہے۔

فائدہ: جب ایک عالم کے دو متضاد اقوال ہوں اور اُن میں تطبیق و توفیق ممکن نہ ہو تو دونوں ساقط ہو جاتے ہیں۔

دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۵۵۲ ترجمۃ: عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت)

☆ ابوالفضل السلیمانی کی جرح دو وجہ سے مردود ہے:

اول: یہ جمہور کی توثیق و تصحیح اور توثیقِ خاص کے خلاف ہے۔

دوم: حافظ ابن حجر سے سلیمانی تک صحیح متصل سند نا معلوم ہے۔

خلاصہ یہ کہ مختار بن فلفل ثقہ و صدوق تھے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اُن کی بیان کردہ حدیث صحیح ہوتی ہے لہٰذا اُن پر قادیانیوں کی جرح مردود ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صرف ایک حدیث پر جرح کرنے میں اللہ دتا جالندھری قادیانی نے چھ (٦) خیانتیں کی ہیں۔

۷) امام بخاری اور امام مسلم نے عبداللہ بن دینار عن ابی صالح عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**إن مثلي و مثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتاً فأحسنه و أجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به و يعجبون له ويقولون: هلا و ضعت هذه اللبنة ؟**)) قال: ((**فأنا اللبنة و أنا خاتم النبيين .**)) میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے جو حسین و جمیل گھر بنائے، سوائے ایک طرف کی ایک اینٹ کے، پھر لوگ اس کے ارد گرد پھریں اور تعجب کرتے ہوئے کہیں: یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟

آپ نے فرمایا: پس میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین (آخری نبی) ہوں۔

(صحیح بخاری:۳۵۳۵،صحیح مسلم:۲۲/ ۲۲۸۶،دارالسلام:۵۹۶۱)

اسی صحیح حدیث پر جرح کرتے ہوئے اللہ دتا جالندھری نے لکھا ہے:

''اس حدیث کے دوسرے طریقہ میں عبداللہ بن دینار، مولیٰ عمر، اور ابو صالح الخوزی ضعیف ہیں۔عبداللہ بن دینار کی روایت کو عُقیلی نے مخدوش قرار دیا ہے۔(تہذیب التہذیب جلد ۵ص ۱۷۷، طبعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان) اور ابو صالح الخوزی کو ابن معین ضعیف قرار دیتے ہیں ۔(تہذیب التہذیب جلد ۱۲ص ۱۴۵ طبعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان و میزان الاعتدال جلد ۳ص ۳۶۵ مطبع حیدر آباد)'' (القول المبین ص ۵۳۔۵۴)

عبداللہ بن دینار مذکور کو امام احمد بن حنبل ، ابن معین ، ابو زرعہ الرازی ، ابو حاتم الرازی، محمد بن سعد اور عجلی وغیرہم نے ثقہ کہا۔

(تہذیب التہذیب ج ۵ص ۱۷۷، دوسرا نسخہ ج ۵ص ۲۰۲)

ان جمہور محدثین کے مقابلے میں محدث عقیلی کی جرح مردود ہے۔

حافظ ذہبی نے عبداللہ بن دینار کے بارے میں فرمایا: ''**أحد الأئمة الأثبات** ''
وہ ثقہ اماموں میں سے ایک تھے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ص ۴۱۷)

حافظ ذہبی نے ''صح'' کے ساتھ اپنے نزدیک اُن کی توثیق کو راجح اور جرح کو مردود قرار دے کر فرمایا: ''**فلا یلتفت إلی فعل العقیلي فإن عبد اللّٰہ حجة بالإجماع** ... ''
پس عقیلی کی حرکت کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے کیونکہ عبداللہ بالاجماع (روایتِ حدیث میں) حجت ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ص ۴۱۷ ت ۴۲۹۷)

۸) ابو صالح کے بارے میں قادیانی نے عجیب حرکت کی۔سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہما کے ایک ضعیف راوی ابو صالح الخوزی پر جرح نقل کر دی، حالانکہ ہماری بیان کردہ حدیث میں الخوزی راوی نہیں بلکہ ابو صالح السمان ہیں۔

دیکھئے صحیح مسلم (ترقیم دارالسلام:۵۹۶۱) اور مسند الامام احمد (ج ۲ص ۳۹۸ ح ۹۱۶۷)

ابو صالح السمان ذکوان الزیات ثقہ ثبت تھے۔دیکھئے تقریب التہذیب (۱۸۴۱)

ثقہ راوی کو ضعیف سے بدل دینا بہت بڑی خیانت ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ابو صالح کے علاوہ دوسرے راویوں نے بھی بیان کی ہے۔ مثلاً:

(۱) ہمام بن منبہ (الصحیفۃ الصحیحۃ لھمام بن منبہ:۲، صحیح مسلم، دارالسلام:۵۹٦۰)

(۲) عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج (صحیح مسلم:۲۲۸٦، مسند الحمیدی بتحقیقی:۱۰۴۳، مسند احمد ۲/۲۴۴)

(۳) موسیٰ بن یسار (مسند احمد ۲/۲۵٦ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ یہی حدیث اس مفہوم کے ساتھ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی بیان کی ہے:

(۱) سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ

(۲) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ

اس حدیث میں ذکر کردہ مثال کا یہ مطلب ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا لہٰذا اس حدیث میں آپ کی ہتک نہیں بلکہ عزت اور شان ہے۔

۹) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**و أنا العاقب**)) اور میں عاقب (سب کے اخیر میں آنے والا) ہوں۔

(صحیح بخاری:۳۵۳۲، ۴۸۹٦، صحیح مسلم:۲۳۵۴)

اس حدیث کے راوی امام معمر بن راشد نے فرمایا کہ میں نے (امام) زہری سے پوچھا: العاقب کسے کہتے ہیں؟ اُنھوں نے فرمایا: "**الذي لیس بعده نبي**" جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم ترقیم دارالسلام:٦۱۰۷)

اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے قادیانی نے لکھا ہے:

"یہ روایت قابل حجت نہیں۔ کیونکہ اس کا ایک راوی سفیان بن عینیہ ہے جس نے یہ روایت زہری سے لی ہے۔ سفیان بن عینیہ کے متعلق لکھا ہے:۔

" **کان یدلس قال احمد یخطیٔ فی نحو من عشرین حدیثاً عن الزھری عن**

یحیٰ بن سعید القطان قال اشهد ان سفیان بن عیینه اختلط سنة سبع و تسعین و مائة فمن سمع منه فیها فسماعه لاشئ‘‘

(میزان الاعتدال جلد۲ص۱۷۰، زیر نام سفیان بن عیینہ دارالفکر العربی)

یعنی یہ راوی تدلیس کیا کرتا تھا۔ امام احمد کہتے ہیں کہ زہری سے قریباً بیس روایات میں اس نے غلطی کی (یہ عاقب والی روایت بھی اس نے زہری سے لی ہے) یحیٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ سفیان بن عیینہ کے حواس ۱۹۷ھ میں بجا نہ رہے تھے۔ پس جس نے اس سال (یا اس کے بعد) اس سے روایت لی ہے وہ بے حقیقت ہے‘‘

(القول المبین ص ۵۷۔۵۸)

عرض ہے کہ مسند الحمیدی (بتحقیقی : ۵۵۵) وغیرہ میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے سماع کی تصریح موجود ہے لہٰذا یہاں تدلیس کا اعتراض باطل ہے۔

حافظ ذہبی نے بتایا کہ غالب ظن یہ ہے کہ کتبِ ستہ کے مصنفین کے اساتذہ نے سفیان بن عیینہ سے ۱۹۷ھ سے پہلے احادیث سنی تھیں۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۱۷۱/۲)

یعنی زہیر بن حرب، اسحاق بن ابراہیم عرف ابن راہویہ اور حمیدی وغیرہم کا سفیان بن عیینہ سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے لہٰذا یہاں اختلاط کا الزام مردود ہے۔

امام سفیان بن عیینہ کے علاوہ یہی حدیث درج ذیل راویوں نے بھی امام زہری سے سنی ہے:

(۱) شعیب بن ابی حمزہ (صحیح بخاری:۴۸۹۶)

(۲) مالک بن انس (صحیح مسلم:۳۵۳۲)

(۳) معمر بن راشد (صحیح مسلم، دارالسلام:۶۱۰۷)

(۴) یونس بن یزید الدیلی (صحیح مسلم، دارالسلام ۶۱۰۶) وغیرہم

لہٰذا امام سفیان بن عیینہ پر قادیانی کا اعتراض سرے سے مردود بلکہ خیانت ہے۔

[باقی آئندہ شمارے میں۔ ان شاء اللہ]

احسن الحدیث　　　　اعظم المبارکی

اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت!

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جو تم کرتے نہیں۔ (الصّف:۲۔۳، نیز دیکھئے سورۃ البقرۃ:۴۴)

فقہ القرآن: ☆ اللہ تعالیٰ سے یا عام انسانوں سے کیۓ ہوئے معاہدوں اور وعدوں کا ایفا کرنا لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے وعدے کی خلاف ورزی کو منافقت کی نشانی قرار دیا ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۳۳) وصحیح مسلم (۵۹)

☆ دینِ اسلام میں لاف زنیاں اور شیخیاں بگھارنا ممنوع ہے۔

☆ جس فعل کو ادا کرنے کی نیت نہ ہو اسے زبان سے کہنا مبغوض عمل ہے۔

☆ ایک داعی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہوئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر قول وفعل میں تضاد نہ آئے۔

☆ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص (ان آنتوں کے اردگرد) اس طرح چکر لگائے گا جس طرح گدھا اپنی چکی پر چکر لگاتا ہے۔ جہنمی اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے: اے فلاں! آج تمھاری یہ کیا حالت ہے؟ کیا تم ہمیں اچھائی کا حکم نہیں دیتے تھے؟ اور بُرائی سے نہیں روکتے تھے؟ وہ شخص کہے گا: میں تمھیں تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود (نیک کام) نہیں کرتا تھا اور تمھیں بُرے کاموں سے روکتا تھا لیکن خود (بُرے کام) کرتا تھا۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۳۲۶۷ وصحیح مسلم: ۲۹۸۹، ملخصاً)

ابومعاذ

نزع کے عالَم میں توبہ قبول نہیں ہوتی

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**إن اللّٰہ یقبل توبة العبد ما لم یغرغر** .)) اللہ تعالیٰ بندے کے غرغرے (نزع کے عالَم) سے پہلے اُس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۳۷ وقال: ''ھذا حدیث حسن غریب'' وسندہ حسن وحسنہ البغوی فی شرح السنۃ: ۱۳۰۶، وصححہ ابن حبان [الموارد: ۲۴۴۹، الاحسان: ۶۲۷] والحاکم ۴/ ۲۵۷ ووافقہ الذہبی)

اس روایت میں عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث اور مکحول الشامی بریٔ من التدلیس تھے۔ والحمدللہ

حدیثِ مذکور کی تائید قرآنِ مجید سے بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے سورۃ النساء (۱۷۔۱۸) اور سورۃ المؤمن (۸۴۔۸۵)

معلوم ہوا کہ جب موت یعنی جان کنی کا وقت قریب آجائے تو اُس وقت (کافر کی) توبہ قبول نہیں ہوتی۔ فرعون نے جب موت کے وقت اللہ پر ایمان کا اقرار کیا اور اپنے آپ کو مسلمین میں سے شمار کیا تو اسے کہا گیا: کیا اب؟! اور اس سے پہلے تُو نافرمانی کرتا تھا اور فسادیوں میں سے تھا۔ (یونس: ۹۱)

فرعون نے اس وقت ایمان لانے کا اقرار کیا جب ایمان کوئی نفع نہیں دیتا۔ (دیکھئے تفسیر ابن کثیر ۳/ ۵۰۹) اس کے سراسر برعکس ابن عربی (صوفی وحدت الوجودی) نے کہا:

''فرعون ڈوبتے ڈوبتے ایمان سے مرا ہے، پاک صاف مرا ہے۔'' (فصوص الحکم ص ۱۸۷۔ ۱۸۸، ولفظہ: " فقبضه طاهراً مطهّرًا ليس فيه شيءٌ من الخبث لأنه قبضه عند ايمانه ..." إلخ فص حكمة علوية في كلمة موسوية، مع شرح الجامی ص ۴۷۹، اردو ترجمہ عبدالقدیر صدیقی ص ۴۱۳ واللفظ لہ)

ابن عربی کی یہ بات کہ فرعون مومن ہو کر مرا تھا بالکل غلط اور باطل ہے، بلکہ حق یہ ہے کہ ''فرعون کافر مرا تھا اور موت کے وقت اس کا دعویٔ ایمان مردود ہے'' اور اسی پر مسلمانوں کا (بلکہ یہود ونصاریٰ کا بھی) اجماع ہے۔ دیکھئے مجموع فتاویٰ لابن تیمیہ (۲/ ۲۷۹)